

شہر، قریہ، کوچہ، کوئی گھر نہ ان سے بچ سکا
 اور اب یہ طائف ہے جہاں آوارہ لڑکے
 صدق پیغمبر پہ برساتے ہیں پتھر
 پھول سے پیکر پہ برساتے ہیں پتھر دھوپ میں
 لوگ پتھر ہو گئے، پتھر اٹھا کر دھوپ میں
 خون میں اپنے نہایا سر سے لے کر پاؤں تک
 جل اٹھا سرخی سے سارا ریت منظر دھوپ میں
 بھر گئے نعلین گردوں قدر دونوں خون سے
 اور کتنے زخم کھائے جسمِ اطہر دھوپ میں
 وہ اندھیروں میں اُجالے بانٹنے نکلا مگر
 ان اندھیروں نے اٹھا رکھا ہو جو سر دھوپ میں
 جب فرشتہ

کوہ طائف کو ستمگارا ان طائف پر گرانے کے لیے تیار تھا
 تو وہ جو تھا آزاد تشکیک و گماں سے، بن گیا
 اہل طائف کے لیے رحمت کی چادر دھوپ میں
 اے کہ جس نے باغِ نخلہ کو بنایا گھر، سلام
 باغِ نخلہ کے مسافر پر سلام
 ہے اندھیروں میں اُجالا تیرا نام
 شہرِ ظلمت میں ہمارے، روشنی کرتا رہے تیرا کلام

خلاصہ : اس نعتیہ نظم میں بتایا گیا ہے کہ رسولِ اکرمؐ اسلام کی تبلیغ کے لیے طائف تشریف لے گئے۔ وہاں کے لوگوں نے آپؐ کی باتیں نہیں سنیں اور انھوں نے آوارہ لڑکوں سے کہا کہ آپؐ کو بستی سے نکال دیں۔ اس وقت سخت دھوپ کا عالم تھا اور ہر طرف گرم ریت پھیلی ہوئی تھی۔ لڑکوں نے آپؐ پر اتنے پتھر برسائے کہ جسم سے بہتا ہوا خون آپؐ کی جوتیوں میں جم گیا۔ طائف سے باہر آپؐ قریب کے ایک باغ میں آرام کرنے کے لیے رُک گئے۔ اس باغ کا نام نخلہ تھا۔ یہاں اللہ کے حکم سے پہاڑوں کے فرشتے نے آپؐ کے سامنے آکر کہا کہ حضورؐ حکم دیں تو طائف کو پہاڑوں کے بیچ دبا دیا جائے۔ رسولِ اکرمؐ نے فرشتے کو ایسا کرنے سے روکا اور اپنے عظیم اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آج یہ لوگ میری بات نہیں مانتے لیکن مجھے یقین ہے کہ ان کی اولاد اللہ پر ایمان لائے گی۔ شاعر نے نظم کی آخری سطروں میں رسولِ اکرمؐ پر سلام بھیجا ہے اور دعا کی ہے کہ آپؐ کے کلام کی روشنی سے سارا عالم جگمگا تا رہے۔

معانی و اشارات

مسموم آندھیاں - زہر بھری آندھیاں مراد سخت پریشانیاں	ریت منظر - منظر جس میں ہر طرف ریت نظر آئے
چراغِ شمس آسا - سورج جیسا روشن چراغ	نعلینِ گردوں قدر - رسولِ اکرمؐ کی آسمان جیسی عظمت رکھنے والی جوتیاں
تشلیک - شک و شبہ	جسمِ اطہر - (رسولِ اکرمؐ کا) پاک جسم
گرداں ہونا - گردش کرنا، گھومنا	ستمگارانِ طائف - طائف کے ظالم لوگ
علمِ ربانی - اللہ کی طرف سے دیا ہوا علم	
صدقِ پیغمبر - سچائی کے پیغمبر مراد رسولِ اکرمؐ	

مشقی سرگرمیاں

- * نظم کے حوالے سے ذیل کی استحضانی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔
- ۱- نظم کی صنف کا نام لکھیے۔
 - ۲- نظم کی ہیئت کا نام لکھیے۔
 - ۳- نظم میں آنے والے دورِ دیف اور قافیہ لکھیے۔
 - ۴- نظم کے واقعے کو مختصراً اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔
 - ۵- نظم کی تمہید اور اختتام پر اپنی رائے دیجیے۔
 - ۶- 'ص' اس نشان سے مراد مکمل فقرہ معنی کے ساتھ لکھیے۔
 - ۷- ذیل کی ترکیبیں جن کے لیے استعمال کی گئی ہیں، ان کے نام لکھیے:
- چراغِ شمس آسا، صدقِ پیغمبر، پھول سا پیکر
- ۸- 'لوگ پتھر ہو گئے، پتھر اٹھا کر دھوپ میں' مصرع کی شعری صنعت کا نام لکھیے۔
 - ۹- نظم سے اپنی پسند کے شعر یا مصرعے کی تشریح کر کے پسندیدگی کی وجہ لکھیے۔
 - ۱۰- درج ذیل الفاظ میں سے ایسے الفاظ نقل کیجیے جو نظم میں شامل نہیں ہیں:
- مسموم، معصوم، کوائف، طائف، تشقیق، تشلیک، نعلین، مابین، پیغمبر، شہرِ ظلمت میں ہمارے، روشنی کرتا رہے تیرا کلام'
- ۱۱- مصرع کے خط کشیدہ الفاظ کے مرادی معنی تحریر کیجیے۔
 - ۱۲- نظم سے نمایاں ہونے والی آپ کی صفت لکھیے۔
 - ۱۳- نعت سے واو عطف کی مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

صنعت تضاد

ذیل کے یہ مصرعے پڑھیے:

'رات اور دن ہیں پروئے ہوئے موتی کی طرح'
'وہ اندھیروں میں اُجالے بانٹے نکلا گھر'
'عجب ہیں یہ اسرارِ وصل و جدائی'

ان مصرعوں میں 'رات - دن / اندھیرے - اُجالے / وصل - جدائی' الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جب مصرعے یا شعر میں ایسے متضاد الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں تو اس صنعت کو 'تضاد' کہتے ہیں۔

* حمد اور نعت سے تضاد کی دوسری مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔



۳۔ زمینِ کرب و بلا

وحید اختر

مرثیے کے اجزا

- مرثیے کے چند اجزا ہوتے ہیں جو ذیل کے مطابق ہیں:
- ۱۔ **چہرہ**: چہرہ مرثیے کی تمہید ہے۔ اس میں عموماً مناظرِ فطرت کو بیان کیا جاتا ہے۔
- ۲۔ **سراپا**: اس جز میں کربلا کے کرداروں کا سراپا بیان کیا جاتا ہے۔
- ۳۔ **رخصت**: اس حصے میں کربلا کے کرداروں کی میدانِ جنگ کی طرف روانگی کا ذکر ہوتا ہے۔
- ۴۔ **آمد**: اس حصے میں اہل بیتِ رسول کی میدانِ کربلا میں پہنچنے کی روداد بیان کی جاتی ہے۔
- ۵۔ **رجز**: میدانِ جنگ میں اپنے آبا و اجداد کی بہادری اور ان کی جرأت و کمالات کو فخریہ انداز میں بیان کرنے کو رجز کہتے ہیں۔
- ۶۔ **رزم**: میدانِ کربلا میں ہوئی جنگ کے احوال اس حصے میں بیان کیے جاتے ہیں۔
- ۷۔ **شہادت**: یہاں دشمنوں سے لڑتے ہوئے اہل بیت کی شہادت کا ذکر ہوتا ہے۔
- ۸۔ **بین**: شہیدوں کی نعشیں دیکھ کر اہل قربت شہید ہونے والے پر اپنے دکھ کا بیان کرتے ہیں۔

پہلی بات : تاریخی کتابوں کے مطالعے کے دوران اکثر لڑائیوں اور جنگوں کے حالات ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اس وقت ہمارے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زمانے میں جنگ و جدل کے حالات ہر دور میں کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ دراصل نیکی و بدی اور حق و باطل کی کشمکش ہر زمانے میں جاری رہتی ہے۔ اقتدار اور ملک گیری کی ہوس حکمرانوں کو ظلم و ستم پر اکساتی رہتی ہے۔ اسے روکنے کے لیے ہر دور میں کچھ لوگ حق کا ساتھ دینے ضرور آگے آتے ہیں۔

واقعہ کربلا بھی اسی قسم کا ایک سانحہ ہے جس میں حق و انصاف کی حفاظت کرتے ہوئے رسولِ اکرمؐ کے نواسے حضرت حسینؑ شہید ہو گئے۔ اردو شاعری میں واقعہ کربلا مرثیے کا ایک اہم موضوع رہا ہے۔ ذیل کا مرثیہ جدید شاعر وحید اختر نے اپنے منفرد انداز میں قلم بند کیا ہے۔ یہ کربلائی مرثیے کی ایک مثال ہے۔

اس مرثیے میں مذکور واقعے سے پہلے ہوا یہ کہ کوفے کے لوگوں نے خط لکھ کر حضرت حسینؑ کو مدینے سے کوفہ بلایا۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ ہم آپ سے بیعت کر لیں گے اور یزید سے مقابلہ کریں گے۔ حضرت حسینؑ اس وعدے کے بھروسے پر کوفے کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کے خاندان کے بہتر افراد تھے جن میں عورتیں، بچے، بوڑھے سبھی شامل تھے۔ جب یہ قافلہ عراق میں دریائے فرات کی ایک نہر کے پاس پہنچا تو یہیں سب کے قیام کے لیے خیمے لگا دیے گئے۔

جان پہچان : وحید اختر ۱۲ اگست ۱۹۳۴ء کو اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ حیدر آباد چلے گئے جہاں انھوں نے عثمانیہ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لکچرار مقرر ہوئے۔ وحید اختر اردو کے جدید شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ انھوں نے صنفِ مرثیہ کو نئے رنگ و آہنگ اور بلندی سے ہم کنار کیا۔ اس سلسلے میں ان کے آٹھ مرثیوں کا مجموعہ 'کربلا تا کربلا' قابلِ ذکر ہے جس سے ذیل کا مرثیہ ماخوذ ہے۔ 'پتھروں کا معنی، شب کا رزمیہ' اور 'زنجیر کا نغمہ' ان کے شعری مجموعے ہیں۔ 'خواجہ میر درد'، 'تصوف اور شاعری'، 'فلسفہ اور ادبی تنقید' ان کی نثری تصانیف ہیں۔ ۱۹۹۶ء میں حیدر آباد میں ان کا انتقال ہوا۔

پوچھا ، یہ زمیں کیسی ہے ، کیا نام ہے اس کا لگتا ہے کچھ ایسا ، یہ ازل سے ہے شناسا
افلاک سے ، تاروں سے گزر آئے سبک پا یہ ذرّے ہیں کیسے کہ قدم اُٹھ نہیں سکتا
آواز اک آئی ، یہ زمیں کرب و بلا ہے

انسان کی معراج یہی خاکِ شفا ہے
یہ سنتے ہی شبّیر کا رُخ ہو گیا تاباں فرمایا کہ لو ، مل ہی گئی منزلِ جاناں
باندھا تھا اسی خاک سے ، خوں نے مرے پیماں ہمراہیوں سے بولے ، یہیں کھول دو ساماں

یہ نہر ، یہ صحرا ، یہ ترائی ہے ہماری
گر فضلِ خدا ہو تو خدائی ہے ہماری

اس خاک کو پہچان لیا دیدہ وروں نے نیوٹھا دیے سرسجدے میں آشفٹہ سروں نے
سمجھا صدف اس دشت کو روشن گہروں نے اسبابِ سفر کھول دیا ہم سفروں نے
دریا نے قدم چوم لیے تشنہ لبی کے

برپا ہوئے خیمے حرمِ پاکِ نبیؐ کے
دم بھی نہ لیا تھا کہ اُمنڈنے لگے اعدا بزدل کی طرح آنکھ بدلنے لگی دنیا
چھوٹا دلِ حاسد کی طرح ہو گیا صحرا کم ظرف کے وعدے کی طرح پھر گیا دریا
گلشن سے نکالا گیا پھولوں کا سفینہ

پھر ریت پہ آ ٹھہرا شہیدوں کا سفینہ
جب کذب کی بیعت سے کیا صدق نے انکار سوداگرِ خوں جسم پہ سجنے لگے ہتھیار
میدان میں لگے اسلحہٴ جنگ کے انبار شر حق کے مقابل ہوا آمادہٴ پیکار
خوابیدہ ضمیروں نے کیا جبر سے سودا
بیداریِ ایماں نے کیا صبر سے سودا

خلاصہ : جب حضرت حسینؑ کا قافلہ ایک جگہ پہنچا تو آپ نے پوچھا کہ یہ کون سا علاقہ ہے؟ اسے دیکھ کر لگتا ہے کہ یہ زمین بہت پہلے سے ہماری شناسا ہے۔ اس زمین پر پہنچنے کے لیے ہم نے طویل فاصلہ تیز قدمی سے طے کر لیا۔ یہاں رکنے کے بعد تو قدم آگے بڑھتے ہی نہیں۔ جواب ملا کہ یہ دُکھ اور تکلیف کی سرزمین ہے لیکن اس کی خاک انسان کے لیے معراج ہے۔ جواب سن کر شبّیر یعنی حضرت حسینؑ کا چہرہ چمکنے لگا۔ انھوں نے کہا کہ یہی ہماری منزل ہے۔ یہیں سامان کھول کر قیام کرنا چاہیے۔ یہ نہر، صحرا اور وادی ہماری ہے۔ خدا کا فضل رہا تو اب یہ سب ہمارے قبضے میں ہوں گے۔ حضرت حسینؑ اور ان کے ساتھی دیدہ ور تھے۔ اگرچہ وہ پریشان تھے مگر انھوں نے اس زمین پر سجدے کے لیے سر ٹیک دیے اور یہیں قیام کرنے لگے۔ قافلے میں خاندان کی عورتوں کے لیے خیمے لگوائے گئے لیکن اسی اثنا میں دشمنوں کے لشکر نے انھیں گھیر لیا۔ جنگ کا اعلان ہوا اور سب لڑنے کے لیے ہتھیار سجانے اور صف لگانے لگے۔ شر اور خیر ایک دوسرے کے مقابل آئے۔ ایک طرف حکمران کا جبر تھا، دوسری طرف ایمان والوں کا صبر تھا۔

معانی و اشارات

ازل سے	- ابتدا سے، ہمیشہ سے	روشن گہر	- مراد روشن کردار والا
سبک پا	- ہلکے قدموں سے، مراد آسانی سے	تشنہ لبی	- پیاس
کرب و بلا	- مصیبت، پریشانی	حرم پاک نبی	- نبی کے خاندان کی عورتیں
معراج	- عظمت، بلندی	اعدا	- عدو کی جمع، دشمن
تاباں	- روشن	دلِ حاسد	- تنگ دل
منزلِ جاناں	- مراد منزلِ مقصود	کم ظرف	- کمینہ
پیاں باندھنا	- وعدہ کرنا	پھر جانا	- مکر جانا
ترائی	- دریا کی وادی	کذب	- جھوٹ
دیدہ ور	- عقل مند	بیعت	- اسلامی قانون کے مطابق کسی کو امیر ماننے کا عہد
سرنیوڑھانا	- سر جھکانا	اسلحہ جنگ	- جنگ کے ہتھیار
آشفٹہ سر	- مصیبت کا مارا	آمادہ پیکار	- جنگ کے لیے تیار
صدف	- سیپ	خوابیدہ ضمیر	- جس کا ضمیر سویا ہوا ہو، مراد بے حس
		بیداری ایمان	- ایمان کی تازگی

مشقی سرگرمیاں

- * نظم بغور پڑھیے اور دی ہوئی سرگرمیاں ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔
- ۱- نظم 'زمینِ کرب و بلا' کی صنف لکھیے۔
- ۲- مرثیے کی قسموں کے نام لکھیے۔
- مرثیے کی قسمیں: [] — []
- ۳- نظم کے شاعر کا نام اور نظم کا ماخذ لکھیے۔
- ۴- نظم میں استعمال کیے گئے 'زمینِ کرب و بلا' کے دیگر نام تحریر کیجیے۔
- ۵- معرکہ کربلا کے شروع ہونے کی وجہ بیان کیجیے۔
- ۶- معرکہ کربلا واقع ہونے کی تاریخ اور مہینے کے نام لکھیے۔
- ۷- نظم میں استعمال کی گئی دو تشبیہوں کی وضاحت کیجیے۔
- ۸- اپنے پسندیدہ بند کی تشریح کیجیے اور پسندیدگی کی وجہ لکھیے۔
- ۹- نظم میں آنے والا حضرت حسینؑ کا دوسرا لقب لکھیے۔
- ۱۰- نظم کے کسی بند کے ردیف اور قافیہ تحریر کیجیے۔
- * ذیل کے بند کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔
- دم بھی نہ لیا تھا کہ اُمنڈنے لگے اعدا
بزدل کی طرح آنکھ بدلنے لگی دنیا
چھوٹا دلِ حاسد کی طرح ہو گیا صحرا
کم ظرف کے وعدے کی طرح پھر گیا دریا
- گلشن سے نکالا گیا پھولوں کا سفینہ
پھر ریت پہ آ ٹھہرا شہیدوں کا سفینہ
- * مرثیہ 'زمینِ کرب و بلا' کے پہلے اور آخری بند میں تضاد کے اشعار ہیں، انھیں لکھیے۔



۲۔ پریت کا گیت

حفیظ جالندھری

پہلی بات : گیت ہندی شاعری کی ایک معروف صنف ہے۔ اس کے لیے کوئی مخصوص موضوع یا ہیئت مقرر نہیں۔ البتہ نسوانی جذبات کے اظہار کی خصوصیت گیت کو ایک مخصوص مزاج دیتی ہے۔ جن لفظوں سے گیت کے خیالات اُجاگر ہوتے ہیں انہیں 'بول' کہا جاتا ہے اور اس کے بالکل ابتدائی بول کو مکھڑا کہتے ہیں۔ بول اور گیت کے قافیوں کی تکرار سے بول کو دہرایا جاتا ہے۔ گیت چونکہ گانے کے لیے ہوتا ہے اس لیے اسے موسیقی کا لفظی روپ سمجھنا چاہیے۔ گیت کی بحریں یعنی اس کی لے اور آہنگ ہندی بحروں اور عوامی شاعری کی بحروں سے مماثل ہوتی ہیں۔ اُردو میں عظمت اللہ خاں وغیرہ نے بحر و آہنگ کے تجربات کیے تو بیسویں صدی کے آغاز سے اُردو گیت لکھے جانے لگے۔ اختر شیرانی، حفیظ جالندھری اور نئے زمانے میں ندا فاضلی وغیرہ نے خوب گیت لکھے ہیں۔ اُردو شاعری انسانی محبت و یگانگت کے جذبات سے بھری پڑی ہے۔ غزل کی طرح ہمیں گیتوں میں بھی اتحاد کا پیغام ملتا ہے۔ گیتوں میں اُردو کے ساتھ ہندی لفظوں کا کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے جو دو تہذیبوں کے ملن سے عبارت ہے۔

جان پہچان : محمد حفیظ ۱۴ جنوری ۱۹۰۰ء کو جالندھری میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ ان کی کنیت ابوالاثر ہے۔ گھریلو حالات ناسازگار ہونے کی وجہ سے ان کی تعلیم ادھوری رہ گئی۔ وہ شعر و شاعری کا فطری ذوق رکھتے تھے۔ سات برس کی عمر میں انھوں نے نظم کہی۔ انھوں نے مختلف ادبی رسائل کی ادارت کے فرائض انجام دیے جن میں رسالہ زمیندار، نونہال اور مخزن مشہور ہیں۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ 'نغمہ زار' ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔ 'تلخا بہ شیریں، سوز و ساز' اور 'حفیظ کے گیت' ان کی دوسری کتابیں ہیں۔ 'شاہنامہ' اسلام ان کی شاہکار طویل مثنوی ہے۔ ۱۹۸۲ء میں ان کا انتقال ہوا۔

اپنے من میں پریت بسالے

اپنے من میں پریت

من مندر میں پریت بسالے او مورکھ ، او بھولے بھالے
دل کی دنیا کر لے روشن اپنے گھر میں جوت جگالے
پریت ہے تیری ریت پرانی بھول گیا او بھارت والے

بھول گیا او بھارت والے

پریت ہے تیری ریت

بسالے اپنے من میں پریت



اپنے من میں پریت بسالے

اپنے من میں پریت

نفرت اک آزار ہے ، پیارے دکھ کا دارو پیار ہے ، پیارے
آجا ، اپنے روپ میں آجا تو ہی پریم اوتار ہے ، پیارے

یہ ہارا تو سب کچھ ہارا من کے ہارے ہارے ، پیارے

من کے ہارے ہارے پیارے

من کے جیتے جیتے

بسالے اپنے من میں پریت



اپنے من میں پریت بسالے

اپنے من میں پریت

دیکھ ، بڑوں کی رہت نہ جائے سر جائے پر میت نہ جائے

میں ڈرتا ہوں ، کوئی تیری جیتی بازی جیت نہ جائے

جو کرنا ہے ، جلدی کرلے تھوڑا وقت ہے ، بیت نہ جائے

تھوڑا وقت ہے ، بیت نہ جائے

وقت نہ جائے بیت

بسالے اپنے من میں پریت

خلاصہ : شاعر نے اس نظم میں محبت کی عظمت اور اہمیت بیان کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اے انسان! تو اپنے دل کو محبت کے جذبات سے

معمور کر لے۔ شاعر انسان کو نادان اور بھولا بھالا کہہ رہا ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ انسان محبت کی حقیقت سے ناواقف ہے۔

دل گویا ایک مندر ہے اور محبت عبادت ہے۔ اس سے انسان کو ایسی روشنی میسر آتی ہے جو اس کے گھر یعنی اس کی ذات کو روشن کر دیتی

ہے۔ شاعر اہل وطن کو یاد دلاتا ہے کہ ہمارے ملک میں پرانے زمانے ہی سے محبت اور اتحاد کا چلن عام رہا ہے۔ محبت کے برعکس نفرت ایک

بیماری ہے جبکہ زندگی کے دکھوں کا علاج محبت کے ذریعے کیا جاسکتا ہے۔ انسان کی بنیاد ہی محبت ہے۔ انسان محبت کا پیغام پہنچانے والا ہے۔

اگر انسان طرز محبت کو اپنانے میں ناکام رہا تو وہ سب کچھ کھودیتا ہے۔ محبت سے انسان سب کو جیت لیتا ہے۔

محبت ہمارے آبا و اجداد کا طرز حیات رہا ہے۔ ہمیں اسے چھوڑنا نہیں چاہیے۔ اس کے لیے جان کی بازی لگانی پڑے تب بھی اتفاق و

اتحاد کی حفاظت کرنا چاہیے۔ شاعر کو ڈر ہے کہ کہیں لوگ ہمارے درمیان پھوٹ ڈال کر ہمیں محبت کی راہ سے دور نہ کر دیں۔ وقت دیکھتے

دیکھتے گزر جاتا ہے اس لیے ہمیں اپنے تعلقات کو مضبوط کرنے اور اتحاد سے لوگوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے میں دیر نہیں کرنا چاہیے

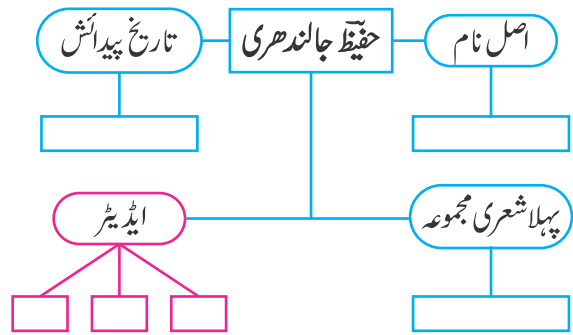
اور زندگی محبت کے ساتھ بسر کرنا چاہیے۔

معانی و اشارات

آزار	-	مرض، تکلیف	میت	-	دوست
دارو	-	مراد علاج (اصلی معنی: دوا)	بازی	-	کھیل، مقابلہ
			پریم اوتار	-	محبت کی صورت/شخصیت

* نظم کو غور سے پڑھیے اور دی ہوئی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

۱۔ جان پہچان کی مدد سے ویب خاکہ مکمل کیجیے۔



۲۔ پریت کے گیت کے مرادی مفہوم کو واضح کیجیے۔

۳۔ گیت کے مکھڑے کو نقل کیجیے۔

۴۔ بھارت و اسیوں سے شاعر کی التجا بیان کیجیے۔

۵۔ ہندوستانی پس منظر میں گیت کے عنوان اور گیت کی زبان

پراپنی رائے دیجیے۔

۶۔ شاعر کے مطابق نفرت کے مرض کے علاج اور اس کے

معالج کو واضح کیجیے۔

۷۔ پریت کے گیت سے دنیا اور گھر میں ہونے والی تبدیلی کو لکھیے۔

۸۔ شاعر نے گیت میں جن خدشوں کا اظہار کیا ہے، انہیں ترتیب وار لکھیے۔

۹۔ گیت کے پسندیدہ بند کے مفہوم کو مختصراً لکھیے اور پسندیدگی کی وجہ لکھیے۔

۱۰۔ نظم سے پانچ ہم صوتی الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

۱۱۔ نظم سے ہندی زبان کے الفاظ ڈھونڈ کر لکھیے۔

۱۲۔ نظم سے متضاد الفاظ کی جوڑی تلاش کر کے لکھیے۔

* پریت ہے تیری ریت پرانی

بھول گیا او بھارت والے

اس شعری روشنی میں بھارت کی کسی ایک رسم کو لکھیے۔

* نظم کے دوسرے بند کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

تجنیس

ذیل کے جملوں میں لفظ 'تار' پر غور کیجیے :

۱۔ تار پڑھ کر وہ رونے لگا۔

۲۔ بجلی کے تار پر چڑیا بیٹھی ہے۔

۳۔ اس کا لباس تار تار ہو گیا۔

۴۔ تیرہ و تار رات میں وہ گھر سے باہر نکل پڑا۔

یہاں واضح ہوتا ہے کہ ہر جملے میں تار کا املا اور آواز یکساں ہے

مگر ہر جملے میں اس لفظ کے معنی بالکل مختلف ہیں۔ اس طرح لفظوں

کے استعمال کو 'تجنیس' کہتے ہیں۔ اگر یہ استعمال شعر میں ہو تو یہ

ایک قسم کی لفظی صنعت ہے۔ اس صنعت کی کئی قسمیں ہیں۔

میر حسن کی مثنوی میں آپ نے یہ شعر پڑھا ہے :

وہ معبود کیلتا ، خدائے جہاں

کہ جس نے کیا کُن میں کون و مکاں

اس شعر کے الفاظ 'کن' / 'کون' میں ایک حرف 'و' زائد ہے اس

لیے اس قسم کی تجنیں کو 'تجنیس زائد' کہتے ہیں۔

میر کی مثنوی میں یہ شعر بھی آپ نے پڑھا ہے :

چرخ تک ہو گیا ہے پانی جو

ماہ و ماہی ہیں ایک جا ہر دو

یہاں 'ماہ' / 'ماہی' لفظوں میں ایک حرف 'ی' زائد ہے۔

* ذیل کے مصرعوں میں تجنیں زائد کے الفاظ تلاش کیجیے :

بھول گیا ، او بھارت والے

پریت ہے تیری ریت

بسالے اپنے من میں پریت

* درج ذیل شعر میں استعمال کی ہوئی صنعت کا نام بتائیے۔

کہا دل نے اب تا کجا بند رہیے

کہاں تک بھلا گھر میں پابند رہیے

۵۔ تضحیکِ روزگار



مرزا محمد رفیع سودا

پہلی بات : جس نظم میں کسی کا مذاق اڑایا جاتا یا اس کی برائی کی جاتی ہے، اسے ہجو کہتے ہیں۔ ہجو قصیدے کی صورت میں بھی لکھی جاتی ہے، ایسا قصیدہ ہجو یہ قصیدہ کہلاتا ہے۔ زمانے کے خراب حالات کا مذاق اڑاتے ہوئے سودا نے ایک شخص کے گھوڑے کی ہجو لکھی ہے۔

جان پہچان : مرزا محمد رفیع سودا ۱۷۰۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ وہیں انھوں نے فارسی و عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ سودا قادر الکلام شاعر تھے۔ انھوں نے بہت سی اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی۔ انھوں نے غزلیں، نظمیں، مثنویاں، قصیدے، مرثیے، قطعات، رباعیات، پہیلیاں وغیرہ کہی ہیں۔ قصیدہ گوئی اور ہجونگاری میں ان کا مرتبہ اُردو شاعروں میں سب سے بلند ہے۔ سودا کا انتقال ۱۷۸۱ء میں لکھنؤ میں ہوا۔

رکھتا نہیں ہے دستِ عنال کا بہ یک قرار
ہرگز عراقی و عربی کا نہ تھا شمار
موچی سے کفشِ پا کو کٹھاتے ہیں وہ ادھار
پاوے سزا جو ان کا کوئی نام لے نہار
گھوڑا رکھیں ہیں ایک، سواتنا خراب و خوار
رکھتا ہو جیسے اسپِ گلی طفلِ شیر خوار
فاقوں کا اس کے، اب میں کہاں تک کروں شمار
ہرگز نہ اٹھ سکے وہ اگر بیٹھے ایک بار
میخیں گر اس کے تھان کی ہوویں نہ استوار
دھونکے ہے دم کو اپنے کہ جوں کھال کو لہار
آیا یہ دل میں، جائے گھوڑے پہ ہو سوار
مشہور تھا جنھوں کئے وہ اسپِ نابکار
گھوڑا مجھے سواری کو اپنا دو مستعار
ایسے ہزار گھوڑے کروں تم پہ میں نثار
یہ واقعی ہے، اس کو نہ جانو گے انکسار
مجھ سے کہا نقیب نے آکر، ہے وقت کار

ہے چرخ جب سے اہلِ ایام پر سوار
جن کے طویلے نیچ، کوئی دن کی بات ہے
اب دیکھتا ہوں میں کہ زمانے کے ہاتھ سے
ہیں گے چنانچہ ایک ہمارے بھی مہرباں
نوکر ہیں سو روپے کے دیانت کی راہ سے
نے دانہ و نہ کاہ، نہ تیمار، نے سبب
ناطقتی کا اس کی، کہاں تک کروں بیاں
مانند نقشِ نعلِ زمیں سے بجز فنا
ہے اس قدر ضعیف کہ اڑ جائے باؤ سے
نے استخوان، نہ گوشت، نہ کچھ اس کے پیٹ میں
القصہ، ایک دن مجھے کچھ کام تھا ضرور
رہتے تھے گھر کے پاس قضارا وہ آشنا
خدمت میں اُن کی، میں نے کیا جا کے التماس
فرمایا تب انھوں نے کہ اے مہربانِ من
لیکن کسو کے چڑھنے کے لائق نہیں یہ اسپ
دہلی تک آن پہنچا تھا جس دن کہ مرہٹہ

مدت سے کوڑیوں کو اڑایا ہے گھر میں بیٹھ
لاچار ہو کے تب تو بندھایا میں اس پہ زیں
چابک تھے دونوں ہاتھوں میں، پکڑے تھامنہ میں باگ
آگے سے تو بڑا اسے دکھلائے تھا سنیس
اس مضحکے کو دیکھ ہوئے جمع خاص و عام
پہیے اسے لگاؤ کہ تا ہووے یہ رواں
گھوڑا تھا بسکہ لاغر و پست و ضعیف و خشک
جاتا تھا جب، ڈپٹ کے میں اس کو، حریف پر
جب دیکھا میں کہ جنگ کی یاں یوں بندھی ہے شکل
دھر دھمکا واں سے لڑتا ہوا شہر کی طرف

سودا نے تب قصیدہ کہا سن یہ ماجرا
ہے نام اس قصیدے کا تضحیک روزگار

خلاصہ : سودا اس ہجو یہ قصیدے میں زمانے کی خرابیوں اور برے حالات کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کی مثال میں وہ بتاتے ہیں کہ انسان تو انسان جانوروں کا بھی حال برا ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک گھوڑا تھا، نہایت کمزور اور ناطقتی کا مارا۔ ایک دن سودا نے سوچا کہ گھوڑے والے سے گھوڑا ادھار لے کر بازار چلے جائیں۔ گھوڑے والا انھیں گھوڑا دینے کو تیار تھا مگر وہ کہتا ہے کہ یہ گھوڑا چلنے پھرنے سے بھی معذور ہے۔ جب دہلی پر مراٹھوں نے حملہ کیا تو میں اس پر سوار ہو کر میدان جنگ میں جانے کو تیار ہوا مگر گھوڑا جگہ سے ہلنے کو تیار نہ تھا۔ لوگ میرا مذاق اڑانے لگے۔ وہ بولے کہ اسے پیسے لگاؤ یا اس پر بادبان باندھو تا کہ ہوا اُسے سرکا کر لے جائے۔ ایک شخص گھوڑے کو پیچھے سے مارتا اور دوسرا آگے سے اسے کھانے کا لالچ دے رہا تھا مگر گھوڑا ہلنا تھا نہ ہلا۔ تب میں نے یعنی گھوڑے والے نے اسے اس طرح کھینچنا شروع کیا جیسے بچے لالٹی پر گھوڑا سواری کھیلتے ہیں۔ آخر کار میں نے اسے بغل میں دبایا اور خود دوڑتا ہوا گھر تک اسے لاسکا۔ سودا نے یہ سارا واقعہ اس قصیدے میں بیان کیا ہے۔

معانی و اشارات

تضحیک	- زلت، ہنسی اڑانا	نہار	- صبح، دن (کے وقت)
ابلق ایام	- زمانے کا گھوڑا، مراد زمانہ	خراب و خوار	- بے حد خراب
عنان	- لگام	نہ	- نہ
کفش پا	- پاؤں کی جوتی	تیار	- نگران
گٹھانا	- سلوانا	تو بڑا	- گھوڑے کے کھانے کی تھیلی جس میں اناج
ہیں گے	- ہیں، ہوتے ہیں		- رکھ کر گھوڑے کے منہ پر باندھ دیتے ہیں۔

نقیب - اعلان کرنے والا
 کوڑیاں اڑانا - وقت ضائع کرنا
 باگ - لگام
 تک تک - گھوڑے سوار کا ایڑیوں سے گھوڑے کو مارنا
 پاشنہ - ایڑی
 فگار - زخمی
 مضحکہ - مذاق، مزے دار واقعہ
 مدبر - عقل مند
 کہ تا - تاکہ
 پون کے اختیار - ہوا کے حوالے
 بسکہ - چونکہ
 خفیف - شرمندہ
 کارزار - جنگ
 ڈپٹ کے - دوڑ کر
 حریف - مقابل
 طفل نے سوار - لاشی پر گھوڑے کی سواری کرنے والا بچہ
 تضحیک روزگار - زمانے کا مذاق

سینس - گھوڑے کو سنبھالنے والا (سائیس)
 اسپ گلی - مٹی کا گھوڑا (کھلونا)
 طفل شیرخوار - دودھ پیتا بچہ
 نقش نعل - نعل کا نشان
 بجز - سوائے
 باؤ - ہوا
 میخیں - کیلیں
 استخوان - ہڈی
 لہار - لوہار
 دم دھونکنا - ہوا بھرنا
 القصہ - بہر حال، مختصر یہ کہ
 قضا را - اتفاق سے
 آشنا - دوست
 کنے - پاس
 اسپ نابکار - نالائق گھوڑا
 مستعار - اُدھار
 مہربان من - میرے مہربان (دوست)
 کسو - کسی

مشقی سرگرمیاں

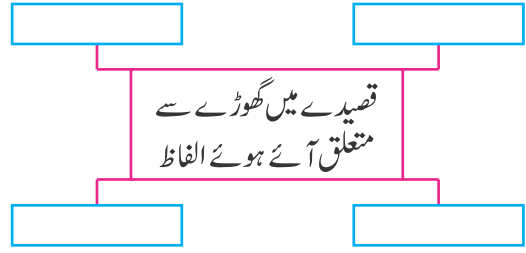
۹۔ شاعر کے دوست کے ساتھ ہونے والے واقعے کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

- ۱۰۔ شاعر کے دوست کے گھر پہنچنے کی روداد بیان کیجیے۔
- ۱۱۔ پیسے، بادبان اور گھوڑے کے درمیان ربط کو واضح کیجیے۔
- ۱۲۔ نظم سے صنعتِ مبالغہ کے اشعار نقل کیجیے۔
- ۱۳۔ نظم سے صنعتِ تشبیہ کا شعر نقل کیجیے۔
- ۱۴۔ اپنی پسند کا ایک شعر نقل کیجیے اور پسندیدگی کی وجہ لکھیے۔
- ۱۵۔ ذیل کے ہم معنی الفاظ نظم سے تلاش کر کے لکھیے :
 لگام، سلوانا، بہر حال، شرمندہ
- ۱۶۔ نظم سے محاوروں کو الگ کر کے معنی کے ساتھ لکھیے۔

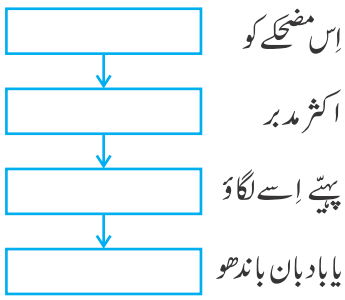
* ہجویہ قصیدے کو پڑھ کر ذیل کی استحضانی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

- ۱۔ ہجویہ قصیدے کی تعریف لکھیے۔
- ۲۔ قصیدے کے اجزا کو ترتیب وار لکھیے۔
- ۳۔ ہجویہ قصیدے کے موضوعات کو واضح کیجیے۔
- ۴۔ شاعر کے دوست کی خصوصیات بیان کیجیے۔
- ۵۔ شاعر کے دوست کے گھوڑے کی خصوصیات تحریر کیجیے۔
- ۶۔ گھوڑے کی ناطقاتی کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔
- ۷۔ شاعر کے دوست کی تنخواہ لکھیے۔
- ۸۔ شاعر کے ساتھ اتفاق ہونے والا واقعہ تحریر کیجیے۔

* قصیدہ ’تفحیکِ روزگار‘ پڑھ کر ذیل کی سرگرمی کو مکمل کیجیے۔



* گھوڑے سے متعلق رواں خاکہ مکمل کیجیے۔



صنعتِ مبالغہ

گھوڑے کی ہجو میں اس کی کمزوری اور لاغری کو شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے :

ہے اس قدر ضعیف کہ اڑ جائے باؤ سے

میخیں گر اس کے تھان کی ہوویں نہ استوار

یعنی گھوڑا اتنا کمزور اور دُلا پتلا ہے کہ جہاں اسے باندھا جاتا ہے اس تھان کو اگر کیلوں سے ٹھونکا نہ گیا ہو تو کمزور گھوڑے کو تیز ہوائے کی طرح اڑالے جائے۔

شعر میں جب ایسی کوئی بات کہی جائے کہ اس کا واقع ہونا ممکن نہ ہو تو اس صنعت کو ’مبالغہ‘ کہتے ہیں۔ مبالغے کی دوسری مثال :

جاتا تھا جب ، ڈپٹ کے میں اس کو، حریف پر

دوڑوں تھا اپنے پاؤں سے جوں طفلِ نئے سوار

’تجنیسِ تام‘

نویں جماعت میں غالب کے قصیدے میں آپ نے پڑھا ہے کہ اس کی ردیف لفظ ’ٹھلا‘ کو کئی معنوں میں استعمال کیا گیا ہے مثلاً

صبح دم دروازہ خاور کھلا - دروازہ کھلا

دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا - واضح دھوکا دیتے ہیں

خسرو آفاق کے منہ پر کھلا - اچھا لگا

مجھ سے گر شاہِ سخن گستر کھلا - بے تکلف ہوا، وغیرہ

اس سے واضح ہے کہ زبان میں الفاظ ایک معنی میں استعمال نہیں کیے جاتے یا لفظوں کو ایک سے زیادہ معنوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ الفاظ کا ایسا استعمال کہ ایک لفظ مختلف معنی دے ’تجنیسِ تام‘ کہلاتا ہے۔

سودا کے قصیدے ’تفحیکِ روزگار‘ کے یہ دو اشعار دیکھیے :

نوکر ہیں سو روپے کے ، دیانت کی راہ سے

گھوڑا رکھے ہیں ایک ، سواتنا خراب و خوار

نے دانہ و نہ کاہ ، نہ تیمار ، نے سبیں

رکھتا ہو جیسے اسپِ گلی طفلِ شیرخوار

ان شعروں میں لفظ ’خوار‘ دو معنی میں استعمال کیا گیا: ’خراب‘ اور ’کھانے یا پینے والا‘۔ اس لیے ان شعروں میں تجنیسِ تام پائی جاتی ہے۔

* ذیل کے شعر سے تجنیسِ تام کے الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

گل و غنچہ ہے صورتِ جام و مینا

روشِ عکسِ سبزہ سے جوں نقشِ مینا

* گزشتہ جماعتوں میں پڑھی گئی نظموں سے ایسے اشعار

تلاش کیجیے جن میں تجنیسِ زائد اور تجنیسِ تام آئی ہو۔

۶۔ صحنِ چمن کی سیر



عادل ناگپوری

پہلی بات : مثنوی اُردو شاعری کی ایک اہم صنف ہے جس میں مسلسل اشعار کے ذریعے کسی واقعے یا منظر وغیرہ کی تصویر کشی کی جاتی ہے۔ مثنوی کے اشعار ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ ہر شعر میں مختلف قافیوں کی وجہ سے اس نظم میں طویل قصے کو با آسانی بیان کیا جاسکتا ہے۔ مثنوی میں عجیب و غریب قصے، عشق و محبت کی کہانیاں، جنگ، مہم جوئی کے حالات وغیرہ بیان کیے جاتے ہیں۔ ہماری مثنویوں میں فطرت کی خوب صورتی کو بھی طرح طرح سے بیان کیا گیا ہے۔ شعرا نے خاص طور پر باغات کی رنگارنگی کو اشعار میں اس طرح پیش کیا ہے کہ درختوں، پھولوں، نہروں اور روشوں کی تصویریں سامنے آ جاتی ہیں۔ ہم باغ میں چلنے والی ہواؤں اور پھولوں کی مہک کو محسوس کرنے لگتے ہیں۔ ذیل کے اشعار میں باغ کی جو منظر نگاری کی گئی ہے، وہ گل و لالہ، نسیم و شمیم اور پرندوں کی چہکار سے بھری ہوئی ہے۔

جان پہچان : عادل ناگپوری کا اصل نام سید عبدالعلی تھا۔ وہ ۱۸۲۳ء میں ناگپور میں پیدا ہوئے۔ دینیات کی ابتدائی تعلیم انھوں نے گھر میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے انھوں نے اپنے زمانے کے بڑے عالموں کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا۔ عادل رگھوجی راجے سوم کے انتظامیہ میں ملازم بھی رہے۔ انھوں نے ۱۸۹۴ء میں وفات پائی۔ فارسی میں بھی عادل کی کئی کتابیں ہیں۔ درج ذیل مثنوی ان کے کلیات سے لی گئی ہے۔

خیال آیا یک روز صحنِ چمن کا
کہا دل نے اب تا کجا بند رہیے
گریبانِ خاطر نہ صد پارہ کیجیے
نسیمِ سحرِ عطرِ بیزِ چمن ہے
طراوتِ دہِ دل ہے فصلِ بہاراں
گل و غنچہ ہے صورتِ جام و مینا
صفیرِ عنادلِ ملالتِ ربا ہے
ہوئی ختمِ تقریرِ جب دل کی یکسر
کہ اے بے خبر، ابلہ و سخت ناداں
حقیقت ہے سیرِ چمنِ دلربا ہے
یہ گلِ گشتِ زیبا نہیں ہر گدا کو
اگر یوں ہی منظور ہے سیرِ گلشن
ذرا چل کے اب دیکھ دربار اس کا

ہوا میلِ دل دیدِ سرو و سمن کا
کہاں تک بھلا گھر میں پابند رہیے
بہارِ گل و لالہ نظارہ کیجیے
ہوا مستِ مینائے بوئے سمن ہے
ہوا لطفِ بخشندہِ جانِ یاراں
روشِ عکسِ سبزہ سے جوں نقشِ مینا
خیاباں میں مستانہ پھرتی صبا ہے
خرد نے کہا مجھ سے آشفته ہو کر
کبھی دل کی تقریر سے ہو نہ شاداں
ولے اس کو جو اہلِ برگ و نوا ہے
نہ ہر مفلسِ بندِ دامِ عنا کو
ہے مطلوبِ سمیعِ صفیرِ نوازن
کہ کیسا ہے محفل کا گلزار اس کا

جسے دیکھ پیرِ فلک با قدِ خم ادب سے کھڑا بہرِ مجرا دمام

خلاصہ : ایک دن شاعر کو صحنِ چمن کا خیال آیا۔ اس کے دل میں سرو اور سمن کے درختوں اور پھولوں کو دیکھنے کی آرزو پیدا ہوئی۔ دل نے اس سے کہا کہ آپ کب تک یونہی گھر میں بند رہیں گے؟ اپنی طبیعت پر ملال طاری مت کیجیے اور گل و لالہ کی بہار کا نظارہ کیجیے جہاں صبح کی ٹھنڈی ہوا چمن کو خوشبو سے معطر کر رہی ہے اور خود سمن کے پھولوں کی خوشبو سے مست ہوئی جا رہی ہے یعنی وہ نسیم جو بصیرت کے باغ میں چلتی ہے اور خوشبودار سانسوں والی ہے جو ہستی کے باغ کے پھول کی خوشبو ہے۔ بہار کا موسم دلوں کو تازگی عطا کر رہا ہے اور ہوا دوستوں کی جان کو لطف بخش رہی ہے۔ شاعر کا دل پھولوں اور کلیوں کو جام اور مینا کی تشبیہ دیتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ راستہ ہریالی کی وجہ سے ایسا لگ رہا ہے جیسے کسی صراحی پر نقاشی کی گئی ہو۔ بلبلوں کی آواز غم کی کیفیت کو ختم کرنے والی ہے اور خیاباں میں صبا اپنے آپ میں مست ہو کر گھومتی پھر رہی ہے۔

جب دل نے اپنی یہ تقریر ختم کی تو عقل نے پریشان ہو کر شاعر کو مخاطب کیا اور کہا کہ اے بے خبر! تو بے وقوف اور نادان ہے جو دل کی باتیں سن کر خوش ہو رہا ہے۔ یہ سچ ہے کہ باغ کی سیر دل کو لُٹھانے والی ہے لیکن صرف اسی کے لیے جو مالدار اور امیر ہے۔ یہ کسی غریب، فقیر اور دکھ درد کے جال میں پھنسے مفلس کو زیب نہیں دیتی۔ اگر تجھے گلشن کی سیر کرنی ہی ہے اور پرندوں کی چچہاہٹ کو سننا ہے تو پھر چل کر اس کا (ناگپور کے راجا گھوجی راؤ بھوسلے کا) دربار اور اس کی محفل کے گلزار کو دیکھ جس کو دیکھ کر اتنا قدیم آسمان جھک کر کھڑا ہے اور ادب سے اسے مسلسل سلام کر رہا ہے۔

معانی و اشارات

خیاباں	- کیاری	میلِ دل	- دل کی چاہت
آشفۃ	- پریشان	دیدِ سرو و سمن	- سرو کے درخت اور چنبیلی کے پھولوں کو دیکھنا
ابلہ	- بے وقوف	تاکجا	- کب تک
اہلِ برگ و نوا	- مال و متاع والے، امیر	گربانِ خاطر	- مراد طبیعت
گل گشت	- باغ کی سیر	صد پارہ	- سو ٹکڑے
زیبا	- اچھی لگنے والی	عطرِ بیزِ چمن	- باغ میں عطر جیسی خوشبو پھیلانے والا
مفلسِ بندِ دامِ عنا	- دکھ درد کے جال میں پھنسا غریب	مستِ مینائے	- یاسمین (چنبیلی) کے پھولوں کی خوشبو
مطلوب	- مقصود	بوئے سمن	- سے مست
سمیعِ صفیرِ نوا زن	- چچہاہٹ کی آوازوں کو سننا	لطفِ بخشندہ	- دوستوں کی جان کو لطف دینے والا
قدِ خم	- جھکا ہوا قد	جانِ یاراں	- صغیرِ عنادل
بہرِ مجرا	- سلامی کے لیے	صفیرِ عنادل	- بلبلوں کی آواز
دمام	- مسلسل	ملالتِ ربا	- ملال کو ختم کرنے والا

مشقی سرگرمیاں

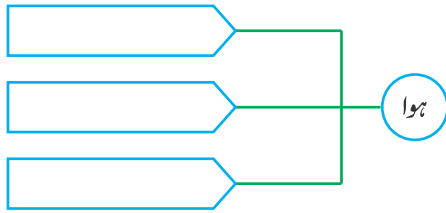
۱۰۔ ذیل کے ہم معنی الفاظ نظم سے تلاش کر کے لکھیے:

خوشبو، پرندوں کی چہکار، تازگی، باگ ڈور، بلبل کی جمع، بار بار، فکر مند

۱۱۔ باغ کی جو منظر نگاری کی گئی ہے، وہ گل و لالہ، نسیم و شمیم اور پرندوں کی چہکار سے بھری ہے، اس بیان کو نظم کے حوالے سے ثابت کیجیے۔

۱۲۔ نظم سے زیر اضافت والی ترکیبیں تلاش کر کے لکھیے۔

* نظم کی مدد سے ہوا کے متعلق ویب خاکہ مکمل کیجیے۔



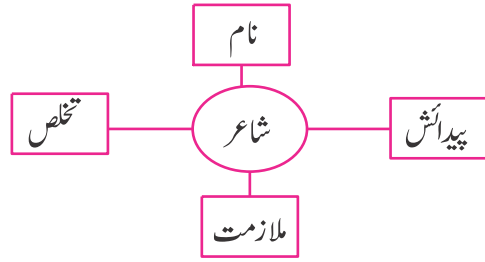
* 'گل' اس لفظ پر زیر، زبر اور پیش لگا کر لفظ لکھ کر معنی لکھیے۔

* دیے ہوئے فقروں کے لیے نظم سے مخصوص ترکیبیں لکھیے۔

- ۱۔ خوشبودار سانسوں والی صبح کی ہوا
- ۲۔ باغ میں عطر جیسی خوشبو پھیلانے والا
- ۳۔ دوستوں کی جان کو لطف دینے والا
- ۴۔ مال و متاع والے
- ۵۔ دکھ درد کے حال میں پھنسا غریب

* نظم کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

۱۔ شاعر کے تعارف کے لیے ذیل کے ویب خاکے کو مکمل کیجیے۔



۲۔ شاعر کے لیے دل کا مشورہ تحریر کیجیے۔

۳۔ دل کے مشورے کی وجہ مختصراً لکھیے۔

۴۔ چمن میں گل و غنچہ اور کیاریوں کی کیفیت بیان کیجیے۔

۵۔ چمن میں بلبل اور صبا کی حالت بیان کیجیے۔

۶۔ شاعر کو عقل کی دی ہوئی نصیحت قلم بند کیجیے۔

۷۔ عقل کے مطابق سیر چمن جن کے لیے ممنوع ہے، ان کے نام لکھیے۔

۸۔ نظم سے صنعت تشبیہ کا شعر تلاش کر کے لکھیے۔

۹۔ نظم میں ہوا، پھول اور باغ کے لیے استعمال کیے گئے دوسرے الفاظ لکھیے۔

اضافی معلومات

رگھوجی راؤ بھوسلے سوم

ناگپور گوئڈ راجاؤں کا دار الخلافہ رہا ہے۔ بخت بلند شاہ، چاند سلطان، شاہ برہان شاہ، اکبر شاہ وغیرہ اہم گوئڈ راجا ہو گزرے ہیں۔ چاند سلطان کے انتقال کے بعد اس کی بیوہ رانی نے دشمنوں سے اپنی حکومت کی حفاظت کرنے کے لیے ایک مراٹھا سردار رگھوجی راؤ بھوسلے سے مدد چاہی۔ رگھوجی نے ناگپور پہنچ کر رانی کی بڑی مدد کی۔ اس عمل سے خوش ہو کر رانی نے رگھوجی کو اپنا تیسرا بیٹا تسلیم کر لیا اور حکومت کے تین حصے کر کے اپنے ہر بیٹے کو ایک ایک حصہ دے دیا۔ رگھوجی بھوسلے کے حصے میں ناگپور کا علاقہ آیا۔ یہیں سے ناگپور میں بھوسلے حکومت کی بنیاد پڑی۔ تقریباً ۱۲۵ برس یہ خاندان حکومت کرتا رہا۔ اس خاندان کے اہم راجاؤں میں رگھوجی بھوسلے اول، جاجوجی بھوسلے، رگھوجی دوم اور رگھوجی سوم کے نام لیے جاتے ہیں۔ مثنوی 'چمن' کی سیر میں اسی تیسرے بادشاہ کی وجاہت اور حکومت کا ذکر ہے۔ شاعر نے 'ذرا چل کے اب دیکھ دربار اس کا' میں اسی بادشاہ کے دربار کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شاعر خود رگھوجی بھوسلے سوم کے انتظامیہ میں ملازم تھے۔ انھوں نے اس مثنوی میں راجا کی انتظامی صلاحیتوں کی خوب تعریف کی ہے۔



۷۔ چلو کہ آج...



اختر الایمان

پہلی بات : زمانے میں کوئی شخص اپنے معاشرے سے کٹ کر نہیں رہ سکتا۔ یہاں رہنے والوں کو ایک دوسرے کی ضرورت پڑتی ہے۔ معاشرے کے افراد اپنے دکھوں اور تکلیفوں کو اس طرح ختم کر سکتے ہیں کہ ایک دوسرے سے ہمدردی کریں، ایک دوسرے کا دکھ بانٹیں اور راستے کے کانٹوں کو ہٹا دیں تاکہ اور لوگ آسانی سے راستہ پار کر سکیں۔ ذیل کی نظم میں شاعر نے یہی پیغام دیا ہے۔

جان پہچان : فتح محمد اختر الایمان پتھر گڑھ (نجیب آباد) میں ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء کو پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم مختلف قصبوں کے مدرسوں اور اسکولوں میں ہوئی۔ انھوں نے دہلی کالج سے بی اے کیا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم اے سال اول مکمل کر کے وہ پونہ چلے گئے جہاں انھوں نے فلموں کے لیے لکھا۔ کچھ دنوں بعد انھوں نے ممبئی میں سکونت اختیار کر لی۔ یہاں انھوں نے کئی فلموں کے منظر نامے اور مکالمے لکھے۔

اختر الایمان کا شمار اردو کے اہم نظم گو شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کے دس شعری مجموعے چھپ چکے ہیں۔ ان کا پہلا شعری مجموعہ 'گرداب' ہے۔ دوسرے کچھ شعری مجموعے 'سب رنگ، آب جو، یادیں، نیا آہنگ' اور 'زمستان سرد مہری کا' ہیں۔ نثر میں انھوں نے اپنی آپ بیتی 'اس آباد خرابے میں' کے علاوہ چند ادبی مضامین لکھے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۹۹۶ء میں ممبئی میں ہوا۔

کوئی جو رہتا ہے ، رہنے دو ، مصلحت کا شکار
چلو کہ جشنِ بہاراں منائیں گے سب یار
چلو نکھاریں گے اپنے لہو سے عارضِ گل
یہی ہے رسمِ وفا اور من چلوں کا شعار
جو زندگی میں ہے ، وہ زہر ہم ہی پی ڈالیں
چلو ہٹائیں گے پلکوں سے راستوں کے خار
یہاں تو سب ہی ستم دیدہ ، غم گزیدہ ہیں
کرے گا کون بھلا زخمہائے دل کا شمار
چلو کہ آج رکھی جائے گی نہادِ چمن
چلو کہ آج بہت دوست آئیں گے سرِ دار

خلاصہ : یہ ایک انقلابی نظم ہے جس میں شاعر اوروں کی پروا کیے بغیر اپنے لہو سے گلوں کو رنگ دینا اور راستے کے کانٹے ہٹا کر پھول بچھانا چاہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا میں سب غم زدہ ہیں، کسی کو دوسرے کے زخم گننے کی فرصت نہیں مگر ہم ایک ایسا چمن بناتے ہیں جہاں آنے والے سبھی لوگ دوسروں کی خاطر خود کو قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔

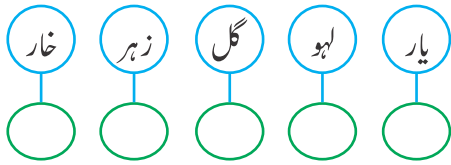
معانی و اشارات

زخمہائے دل - دل کے زخم، مراد تکلیفیں
نہادِ چمن - باغ کی بنیاد
سردار - سولی پر

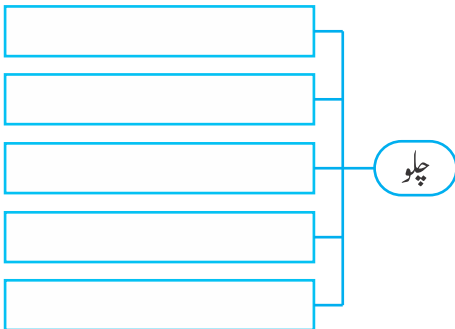
عارضِ گل - مراد پھول
شعار - چلن، طریقہ
ستم دیدہ - دکھ اٹھانے والا
غم گزیدہ - دکھ کا مارا

مشقی سرگرمیاں

- ۹۔ ذیل کے جن الفاظ کی جمع 'زخمہا' کی طرز پر بنائی جاسکتی ہے، انہیں الگ کر کے جمع بنا کر لکھیے۔
غم، خوشی، گل، نغمہ، ہزار، سال
۱۰۔ چلو کہ آج رکھی جائے گی نہادِ چمن
چلو کہ آج بہت دوست آئیں گے سردار
اس شعر کی تشریح کیجیے۔
۱۱۔ عنوان میں تین نقطوں کے نشان کا مطلب لکھیے۔
۱۲۔ دیے ہوئے الفاظ کے ہم معنی الفاظ لکھیے۔



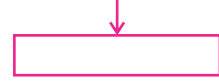
- * نظم سے قافیہ تلاش کر کے لکھیے۔
* زیر کی اضافت والے چار ایسے نئے با معنی الفاظ لکھیے جو دونوں اسم ہوں۔ مثال: عارضِ گل
وضاحت: عارض یعنی گال، رخسار اور گل یعنی پھول۔ پھول کا رخسار لیکن مراد پھول ہے۔ دونوں اسم ہیں۔
* نظم میں شاعر نے لفظ چلو... کے ذریعے تحریک دی ہے۔
مصرع نہ لکھتے ہوئے مختصر فقرہ یا لفظ لکھیے۔



* نظم پڑھ کر ذیل کی استحضانی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

- ۱۔ اختر الایمان سے متعلق ذیل کارواں خاکہ مکمل کیجیے۔

جائے پیدائش کا نام



پہلے شعری مجموعے کا نام



آپ بیتی کا نام



جائے وفات



- ۲۔ مصلحت کے شکار لوگوں کے لیے شاعر کا ارادہ لکھیے۔
۳۔ دل کے زخموں کو شمار کرنے کے لیے کسی کے نہ ہونے کا سبب لکھیے۔
۴۔ من چلوں کے شعار کو تحریر کیجیے۔
۵۔ جشنِ بہاراں میں شامل نہ ہونے والوں کی خاصیت لکھیے۔
۶۔ اپنی پسند کا شعر نقل کر کے پسندیدگی کی وجہ تحریر کیجیے۔
۷۔ نظم کے موضوع کو قلمبند کیجیے۔
۸۔ نظم سے زیر اضافت والی ترکیبیں تلاش کر کے انہیں حروفِ اضافت کے ساتھ لکھیے۔



شفیق فاطمہ شعریٰ

سبلی بات : اسلام نے عورتوں کو وہ حقوق عطا کیے ہیں جو اس سے پہلے انھیں حاصل نہیں تھے۔ عورت ماں، بہن، بیٹی اور بیوی، ہر حیثیت میں ہمارے لیے قابل احترام ہے۔ علامہ اقبالؒ نے بھی کہا ہے کہ ”جو دزن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ۔“ ہندو مذہب کی مشہور کتاب ’راماین‘ میں سینا کا کردار ایک پاکباز بیوی کی حیثیت سے سامنے آتا ہے۔ ذیل کی نظم میں سینا کے کردار پر ایک نئے زاویے سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ شعریٰ نے اسے تائیدی نظریے کی روشنی میں دیکھا اور ایک عورت کے جذبات کی عمدہ عکاسی کی ہے۔ تائیدی نظریے سے مراد ہے عورتوں کے تمام مسائل کو عورتوں کے تصورات و خیالات کے مطابق دیکھنا، سمجھنا اور ان کا حل تلاش کرنا۔

جان پہچان : شفیق فاطمہ شعریٰ ۱۷ مئی ۱۹۳۰ء کو ناگپور میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے گھر پر حاصل کی۔ بی اے کا امتحان عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد اور ایم اے کا امتحان ناگپور یونیورسٹی سے پاس کیا اور ممتاز کالج، حیدرآباد میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ شعریٰ نے ابتدا میں انگریزی نظموں کے منظوم ترجمے بھی کیے۔ وہ بنیادی طور پر نظم کی شاعرہ ہیں۔ ان کی بیشتر نظموں کا مرکزی خیال انوکھا اور اسلوب منفرد ہے۔ شعریٰ کی نظموں میں اسلامی تاریخ اور قرآنی واقعات کے حوالے بھی ملتے ہیں۔ انھوں نے موجودہ زمانے کے تہذیبی اور سیاسی مسائل کو بھی اپنی نظموں میں پُر اثر انداز میں پیش کیا ہے۔ ”آفاقِ نو“ اور ”گلہ صغور“ ان کے شعری مجموعے ہیں۔ ’سلسلہ مکالمات‘ کے نام سے شعری کا کلیات شائع ہو چکا ہے۔ ۱۳/ اگست ۲۰۱۲ء کو ان کا انتقال ہوا۔

ترا نام لے کر سحر جاگتی ہے
تری خاکِ پا ہند کا رازِ عظمت
کہانی تری سن کے تھرا اُٹھی میں
ترے گیت گاتی ہے تاروں کی محفل
تری زندگی ، میرے خوابوں کی منزل
دھڑکنے لگا زور سے پھر مرا دل

وہ پیہم سفر ، وہ حوادث کے طوفاں
کبھی دل کو غربت میں بہلائے رکھنا
رہی سالہا سال تو جادہ پیما
وہ پیروں میں چھالے ، وہ ہنستی نگاہیں
کبھی دیس کی یاد میں سرد آہیں
یہ دھن تھی کہ طے ہوں ریاضت کی راہیں

مگر آزمائش تھی کچھ اور باقی
اسیری پھر اک راکشس کی اسیری
تری پاک فطرت مگر اک سپر تھی
ابھی سامنے اور بھی امتحان تھے
بہت دور تجھ سے ترے پاسباں تھے
ترے سامنے راکشس ناتواں تھے

اُٹھے پھر ترا نام لے کر جواں کچھ جری ، حوصلہ مند ، سچے جیالے
ہلا ڈالے ایوان اک سلطنت کے ترے پاسباں تھے بڑی آن والے
تری واپسی کر رہی تھی یہ اعلان کہ مٹتے نہیں ظلمتوں سے اُجالے

سہے جو ستم ، بن گئے سب فسانہ تلافی کا اب آرہا تھا زمانہ
ہوئی ، آہ ، لیکن یہ کیسی تلافی دوبارہ ملا جنگلوں میں ٹھکانا
صلیب ایک باقی تھی جو مامتا کی اسے بھی تو لازم تھا تنہا اُٹھانا

عجب ہیں یہ اسرارِ وصل و جدائی کہ منزل کو پا کر بھی منزل نہ پائی
یہ کیسا ستم تھا کہ عفت کی دیوی ثبوت اپنی عفت کا دینے کو آئی
وہ شعلے کی مانند شعلوں سے گزری وہ بجلی سی بن کر زمیں میں سمائی

خلاصہ : شاعرہ نے اس نظم میں سیتا کی عظمت کی کہانی سنائی ہے۔ ہندوستان میں سیتا کا اتنا احترام کیا جاتا ہے کہ ہندو صبح شام ان کا نام لیتے رہتے ہیں۔ ہندوستان کی عظمت سیتا ہی کے دم سے ہے۔ جب شاعرہ نے سیتا کے حالات سنے تو وہ گھبرا گئیں۔ انھیں پتا چلا کہ سیتا کی زندگی کا بڑا زمانہ سفر کی تکلیفوں میں گزرا۔ انھیں گھر سے بے گھر ہونا پڑا۔ طرح طرح کی آزمائشوں سے وہ گزریں۔ لنکا کے راجا راؤن نے ان کا اغوا کر کے انھیں قید کر دیا مگر سیتا کی ہمت نہ ڈمگائی۔ انھیں راؤن کی قید سے آزاد کرنے کے لیے ان کے شوہر رام چندر جی نے ایک فوج کے ساتھ راؤن پر حملہ کر دیا اور اسے شکست دی۔ سیتا اس قید سے چھوٹ کر اور چودہ برس جنگل میں گزار کر اپنے گھر آئیں مگر یہاں بھی ان کے لیے ایک آزمائش تیار تھی۔ یہاں ایک عام آدمی کی ضد پر ان کی عزت اور پاکیزگی کا ثبوت مانگا گیا۔ انھیں آگ سے زندہ گزرنا پڑا۔ ایسی حالت میں سیتا نے دعا کی چنانچہ زمین پھٹ گئی اور سیتا اس میں سما گئیں۔

معانی و اشارات

پہم	- متواتر، پے در پے، لگاتار	راکشس	- دیو، شیطان مراد لنکا کا راجا راؤن
حوادث	- حادثہ کی جمع، واقعہ، سانحہ، صدمہ	جری	- نڈر، بہادر، شیردل
غربت	- بے وطنی، مسافرت	ایوان	- محل
جادہ پیا	- راستہ چلنے والا	تلافی	- اچھا بدلہ
ریاضت	- سخت عبادت	صلیب اُٹھانا	- مصیبت برداشت کرنا
اسیری	- قید	اسرار	- سر کی جمع، بھید، پوشیدہ باتیں
سپر	- ڈھال، آڑ، مددگار	عفت کی دیوی	- پاکیزگی کی دیوی مراد سیتا

مشقی سرگرمیاں

- ۸- بن باس کے دوران سیتا کی حالت بیان کیجیے۔
- ۹- نظم سے اپنے پسندیدہ بند کا مفہوم واضح کر کے پسندیدگی کی وجہ لکھیے۔
- ۱۰- متا کی صلیب کا مفہوم واضح کیجیے۔
- ۱۱- نظم میں سیتا کے لیے جو القاب استعمال کیے گئے ہیں، انہیں لکھیے۔

* ذیل کے ہم معنی الفاظ نظم میں تلاش کیجیے :

بے وطنی ، عبادت ، پے در پے ، محافظ ، بہادر ، کمزور لاغر ، گھڑا ہوا قصہ ، راز بھید

* درج ذیل شعری صنعت پہچان کر لکھیے۔

اسیری پھر اک راکشس کی اسیری
بہت دور تجھ سے ترے پاسباں تھے

* درج ذیل شعری صنعت لکھیے۔

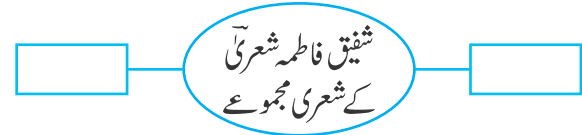
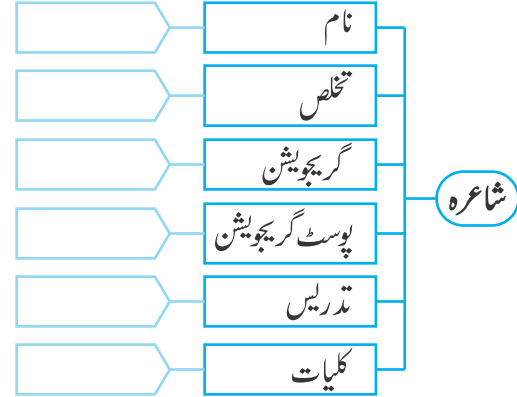
عجب ہیں یہ اسرارِ وصل و جدائی
کہ منزل کو پا کر بھی منزل نہ پائی

* درج ذیل میں دیے ہوئے بیانات پڑھیے اور ان سے متعلق شعر ڈھونڈ کر لکھیے۔

- ۱- چودہ سال کے بن باس کے دوران یہ کوشش رہی کہ یہ امتحان کے دن گزر جائیں۔
- ۲- پاکیزگی ہی ڈھال رہی۔ اس صفت کے آگے ظالم بھی کمزور تھے۔
- ۳- ماں کی ممتا ہر مصیبت کو تنہا برداشت کر لیتی ہے۔
- ۴- اگنی پریشا سے گزر کر زمین میں زندہ دفن ہو گئیں۔

* نظم کا بغور مطالعہ کیجیے اور ذیل کی استحضانی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

- ۱- 'جان پہچان' کے حوالے سے شاعرہ کے تعارف کا ویب خاکہ مکمل کیجیے۔



- ۲- سیتا کے نام اور کام سے متعلق شاعرہ کے احساسات کو قلمبند کیجیے۔
- ۳- اُس رزمیہ داستان کا نام لکھیے 'سیتا' جس کا اہم کردار ہے۔
- ۴- نظم کے واقعات کو ترتیب سے لکھیے۔
- ۵- سیتا سے متعلق اپنی معلومات کو نکات کی شکل میں لکھیے۔
- ۶- راکشس کے خلاف لڑنے والوں کی خصوصیات لکھیے۔
- ۷- نظم کے مطابق سیتا نے جن مصیبتوں کو جھیلا، ان کا اظہار کرنے والے اشعار نقل کیجیے۔

نشاط النساء بیگم

اضافی معلومات

(ولادت: ۱۸۸۵ء - وفات: ۱۸/اپریل ۱۹۳۷ء) مولانا حسرت موہانی کی اہلیہ تھیں۔ ان کے والد کا نام سید بشیر موہانی تھا جو رائے پور (ریاست حیدر آباد دکن) میں ہائی کورٹ کے وکیل تھے۔ زمانہ طالب علمی میں مولانا حسرت موہانی سے ان کی شادی ہو گئی۔ ۱۹۰۸ء میں جب انگریزی حکومت نے حسرت موہانی کو 'اردوئے معلیٰ' میں اپنی مخالفت میں مضمون کی اشاعت پر گرفتار کر کے جیل بھیج دیا تو نشاط النساء بیگم نے نہایت صبر و استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر طرح کی تکلیف برداشت کی۔ گھریلو امور کی انجام دہی کے علاوہ حسرت موہانی کے مقدمات کی پیروی بھی کرتی رہیں۔ وہ آل انڈیا کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کی رکن بھی تھیں۔

۹۔ غزل - ۱



سراج اورنگ آبادی

پہلی بات : سراج کے زمانے کی اُردو زبان پر دکنی کے اثرات ہیں۔ بولنے کے ساتھ ساتھ اس زبان کا املا بھی آج کے املے سے مختلف تھا۔ جیسے مجھ/ج، کو/کوں، تک/تک وغیرہ۔ ہمیں اپنی زبان کی قدیم صورت، اس کے تلفظ اور مزاج سے بھی واقف ہونا چاہیے۔ ذیل کی غزل میں اس کی اچھی مثالیں موجود ہیں۔

جان پہچان : سید شاہ سراج الدین سراج ۱۷۱۲ء میں اورنگ آباد (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔ سراج کو صوفی شاعر کہا جاتا ہے۔ وہ مزاجاً اور عملاً صوفی تھے مگر ان کی شاعری پر تصوف کا غلبہ نظر نہیں آتا۔ وہ زندگی کو ایک عاشق کی نظر سے دیکھتے تھے۔ فارسی شعر و ادب سے انھیں بہت لگاؤ تھا۔ شاعری میں انھیں استادانہ مہارت حاصل تھی۔ وئی کے بعد وہ دکن کے سب سے نامور شاعر ہوئے۔ انھوں نے غزل کے علاوہ مرثیے، قصیدے، رباعیات، خمسے اور مثنویاں بھی لکھی ہیں۔ ان کا انتقال ۱۷۶۳ء میں اورنگ آباد میں ہوا۔

اوّل کی ، تم نے بھول گئے مہربانیاں لانے لگے ہو خوب تغافل کی بانیاں

کیا ہووے گا ، سنو گے اگر کان دھر کے تم گزری برہ کی رات جو مج پر کہانیاں

دامن تلک بھی ہائے ، مجھے دسترس نہیں کیا خاک میں ملی ہیں مری جاں فشائیاں

داغِ فراق ، لالہ باغِ خیال ہے رہ گئیں مرے جگر میں تمھاری نشانیاں

شاید کسی کے قتل کی ہوتی ہے مصلحت رمزیں تری نگاہ کی سب ہم نے جانیاں

مج دل کے کوہِ طور کوں ، سرمہ کیے ہو تم باقی ہیں اب تلک بھی وہی لن ترانیاں

کب لگ روا رکھو گے تغافل سراج پر
اب اس قدر بھی خوب نہیں سرگرائیاں

معانی و اشارات

رمزیں	- رمز کی جمع، اشارے
جانیاں	- جانتے ہیں
کوں	- کو
لن ترانیاں	- اکڑ، غرور، یہ کلمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے اس وقت کہا تھا جب آپ نے کوہ طور پر اللہ تعالیٰ سے کہا کہ میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔
سرمہ کرنا	- توڑ دینا، شکست دینا، ریزہ ریزہ کرنا
کب لگ	- کب تک
سرگرائیاں	- اکڑ

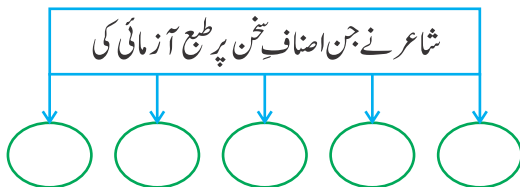
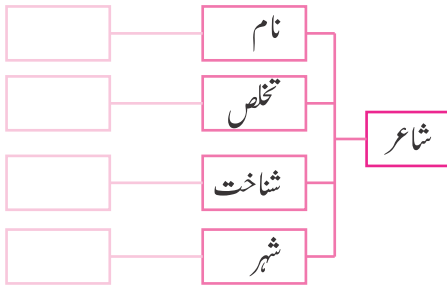
اول کی	- پہلے کی
تغافل	- بے توجہی، غفلت کرنا
بانیاں	- باتیں
کان دھر کے	- توجہ سے
برہ	- ہجر، جدائی
جاں فشائیاں	- جان کی تکلیفیں
داغِ فراق	- جدائی کا غم
لالہ باغِ خیال	- تصور کے باغ کا پھول

مشقی سرگرمیاں

* غزل پڑھ کر ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

* 'باقی ہیں اب تک بھی وہی لن ترانیاں' مصرع میں خط کشیدہ لفظ کے ایک معنی ڈینگیں مارنا بھی ہے۔ اس معنی کی روشنی میں مصرع کی وضاحت کیجیے۔

* جان پہچان کی مدد سے شاعر کا شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔



- ۱- غزل کی دو خصوصیات کو واضح کیجیے۔
- ۲- قتل کی مصلحت سے متعلق شاعر کا خیال بیان کیجیے۔
- ۳- 'شاعر کے جل کر مرجانے کے بعد بھی محبوب اپنا جلوہ دکھانے کو تیار نہیں ہے' اس مفہوم کے شعر کو نقل کیجیے۔
- ۴- غالب کے شعر۔
بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تک
ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرماویں گے کیا
کے مفہوم والے شعر کو نقل کیجیے۔
- ۵- غزل کے قوافی سے ایسے قافیے نقل کیجیے جن کے واحد بنائے جاسکیں۔
- ۶- غزل سے صنعتِ استعارہ کا شعر نقل کیجیے اور مستعار لہ اور مستعار منہ کو خط کشیدہ کیجیے۔
- ۷- صنعتِ تلمیح کا شعر لکھ کر واقعہ تحریر کیجیے۔

* درج ذیل شعری تشریح مختصراً اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔

دامنِ تلک بھی ہائے، مجھے دسترس نہیں
کیا خاک میں ملی ہیں میری جاں فشائیاں

غزل - ۲

میر درد

پہلی بات : شاعری میں ہمیں کئی اشعار ایسے بھی مل جاتے ہیں جنہیں سن کر ہم سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ شاعر نے یہ بات کس سے کہی ہے یا کس کے تعلق سے کہی ہے۔ عشق الہی میں کہے گئے اشعار کو عشق حقیقی کا نام دیا گیا ہے، محبوب سے تعلق کی بات عشق مجازی کہلاتی ہے۔ بعض اشعار دونوں مفاہیم کو ادا کرتے ہیں۔ یہ صوفیانہ شاعری کا طرز اظہار ہے۔ تصوف کا مقصد خدا اور بندے کے تعلق کو مضبوط کرنا ہے۔ میر درد کے اکثر اشعار تصوف کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

جان پہچان : میر درد کا نام سید خواجہ میر تھا۔ وہ ۱۷۲۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کی پرورش مذہبی ماحول میں ہوئی تھی۔ درد نے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ وہ جوانی ہی میں درویشی اختیار کر چکے تھے۔ فکر و خیال اور سیرت و عمل کے اعتبار سے ان کی زندگی پاکیزگی کی مثال تھی۔ صوفیانہ شاعری میں درد کا ایک ممتاز مقام ہے۔ ان کے اردو دیوان میں تقریباً پندرہ سو اشعار ملتے ہیں۔ ان کے کلام میں سادگی اور روانی کے ساتھ پاکیزگی بھی پائی جاتی ہے۔ ۱۷۸۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔

عشق ہر چند مری جان سدا کھاتا ہے
پر یہ لذت تو وہ ہے ، جی ہی جسے پاتا ہے
آہ ، کب تک میں بکوں ، تیری بلا سنتی ہے
باتیں لوگوں کی جو کچھ دل مجھے سنواتا ہے
ہم نشیں ، پوچھ نہ اس شوخ کی خوبی مجھ سے
کیا کہوں تجھ سے ، غرض جی کو مرے بھاتا ہے
بات کچھ دل کی ہمارے تو نہ سلجھی ہم سے
آپ خوش ہووے ہے پھر آپ ہی گھبراتا ہے
جی کڑا کر کے ترے کوچے سے جب جاتا ہوں
دلِ دشمن یہ مجھے گھیر کے پھر لاتا ہے
درد کی قدر مرے یار سمجھنا ، واللہ
ایسا آزاد ترے دام میں یوں آتا ہے

معانی و اشارات

واللہ - اللہ کی قسم
دام میں لانا - پھنسا دینا

ہر چند - ہر حال میں
جان کھانا - تکلیف دینا، پریشان کرنا
تیری بلا سنتی ہے - مراد تو نہیں سنتا

مشقی سرگرمیاں

* ذیل کے شعر کی تشریح اپنے لفظوں میں کیجیے۔

ہم نشیں، پوچھ نہ اس شوخ کی خوبی مجھ سے
کیا کہوں تجھ سے، غرض جی کو مرے بھاتا ہے

* شعر لکھیے۔

مقطع

مطلع

* غزل کے دو مصرعوں میں شاعر نے لفظ 'جی' استعمال کیا

ہے۔ جی سے مراد

* 'عشق ہر چند مری جان سدا کھاتا ہے'
مصرعے کی روشنی میں عشق کی وضاحت کیجیے۔

* غزل کا بغور مطالعہ کر کے ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایات کے

مطابق مکمل کیجیے۔

- ۱- شاعر اپنے محبوب کو جن ناموں سے یاد کرتا ہے لکھیے۔
- ۲- شاعر کے دل کو دشمن کہنے کا سبب تحریر کیجیے۔
- ۳- عشق جان کھاتا ہے، شاعر پھر بھی عشق کرتا ہے۔ وجہ بیان کیجیے۔
- ۴- دل کے معاملے میں شاعر کی پریشانی واضح کیجیے۔
- ۵- درد کی قدر کرنے کی نصیحت کا راز بیان کیجیے۔
- ۶- غزل کے عمومی موضوع کو واضح کیجیے۔
- ۷- غزل سے ردیف / قافیہ ترتیب وار لکھیے۔
- ۸- غزل سے تین محاوروں کو تحریر کیجیے۔

اُردوئے معلیٰ (ماہنامہ)

مولانا حسرت موہانی کا یہ رسالہ اُنیسویں صدی کے آغاز میں علی گڑھ سے جاری ہوا تھا۔ اگرچہ اس کا اصل مقصد اُردو علم و ادب کی خدمت تھا لیکن اس میں ابتدا ہی سے سیاسی مضامین بھی چھپنے لگے تھے۔ مولانا حسرت کا عقیدہ تھا کہ آزادی اہل ملک کا حق ہے اور حق کے اظہار میں باک نہ ہونا چاہیے۔ 'اُردوئے معلیٰ' بھلے برے طریق پر جاری رہا۔ پھر مولانا نے علیحدہ سے 'استقلال' کے نام سے ایک مختصر اخبار جاری کر لیا تھا جس میں سیاسی مضامین چھپتے تھے۔ بیشتر اُردو اساتذہ شعر کے انتخابات ترتیب وار 'اُردوئے معلیٰ' میں شائع ہوتے رہے۔ اس طرح اُردو اشعار کا بہت بڑا ذخیرہ اس اخبار کی بدولت محفوظ ہو گیا۔ مولانا نے حجاز مقدس اور یورپ کے سفر کیے تھے جن کی رودادیں 'اُردوئے معلیٰ' میں چھپتی تھیں۔ مولانا کا کلام بھی اوّل اسی میں شائع ہوتا تھا۔

اُردوئے معلیٰ (مکاتیب)

غالب کے خطوط کا یہ مجموعہ ان کی وفات کے چار مہینے بعد شائع ہوا تھا۔ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ مولوی مہیش پرشاد نے مطبوعہ خطوط کا مقابلہ اصل خطوط سے کر کے ایک نسخہ مرتب کیا تھا جس کی صرف پہلی جلد شائع ہو سکی۔ لاہور میں مولانا غلام رسول مہر نے غالب کے تمام اُردو خطوط تاریخ وار مرتب کر کے ایک مجموعہ چھاپا تھا۔ 'اُردوئے معلیٰ' خاصی مدت تک برعظیم کے فوجی اور شہری عہدوں کے انگریز اُمیدواروں کے امتحان (آنرز) کے لیے بطور نصاب مقرر رہا اور اُردو گائیڈ پریس کلکتہ نے ۱۸۸۳ء میں اس کا ایک نہایت عمدہ نسخہ ان اُمیدواروں کے لیے ٹائپ میں شائع کر دیا۔ اب یہ ایڈیشن نایاب ہے۔ کتاب کی پشت پر یہ انگریزی عبارت تھی: For the Degree of Honours Examination in Urdu. For Officers in the Military and Civil Services.

غزل - ۳

شیخ غلام ہمدانی مصحفی

پہلی بات : مختلف شاعروں کے موضوعات میں لب و لہجے اور لفظیات کے اعتبار سے فرق پایا جاتا ہے۔ دہلی اور لکھنؤ کے شاعروں میں یہ فرق نمایاں طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ لکھنؤ کی سرزمین سے اُبھرنے والے شاعروں کے ہاں لفظوں کا انتخاب اور زبان کو سنوارنے کا خاص اہتمام ملتا ہے۔ اس کے برعکس دہلی میں خیال کی سادگی کے اعتبار سے شاعری نے اپنا مخصوص انداز اختیار کیا۔ مصحفی کے ہاں دہلی اور لکھنؤ کے رنگ نمایاں ہیں۔

جان پہچان : مصحفی کی پیدائش ۱۷۷۷ء میں اکبر پور (امروہہ) میں ہوئی۔ یہیں انھوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کی غرض سے وہ دہلی گئے۔ دہلی میں ان کی شاعری کو فروغ حاصل ہوا۔ اس شہر کی تباہی کے بعد وہ لکھنؤ آکر شہزادہ مرزا سلیمان شکوہ کے ملازم ہو گئے۔ مصحفی ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ وہ اُردو، فارسی کے علاوہ عربی پر بھی عبور رکھتے تھے۔ مصحفی کے کلام میں ملکی خصوصیات اور مقامی رنگ کے علاوہ حب الوطنی کا جذبہ خاص طور پر نمایاں ہے۔ ان کی چند مثنویاں مشہور ہیں جن میں 'سردی، اجوائن، غریب خانہ مصحفی، مودی خانہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ فارسی اور اُردو میں ان کے آٹھ دیوان شائع ہو چکے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۸۲۲ء میں ہوا۔

نہ گیا کوئی عدم کو ، دلِ شاداں لے کر
یاں سے کیا کیا نہ گئے حسرت و ارماں لے کر
باغ وہ دشتِ جنوں تھا کہ کبھی جس میں سے
لالہ و گل گئے ثابت نہ گریباں لے کر
پردہ خاک میں سو سو رہے جاکر ، افسوس
پردہ رخسار پہ کیا کیا ، مہِ تاباں لے کر
ابر کی طرح سے کر دیویں گے عالم کو نہال
ہم جدھر جاویں گے یہ دیدہ گریاں لے کر
پھر گئی سوئے اسیرانِ قفس ، بادِ صبا
خبرِ آمدِ ایامِ بہاراں لے کر
رنج پر رنج جو دینے کی ہے خو قاتل کی
ساتھ آیا ہے بہم تیغ و نمک داں لے کر

مصحفی گوشہ عزلت کو سمجھ تختِ شہی
کیا کرے گا تو عبث ملکِ سلیمان لے کر

معانی و اشارات

دیدہ گریاں - روتی ہوئی آنکھ

دلِ شاداں - خوش دل

نہال کرنا - خوش کرنا

گوشہ عزلت - تنہائی کا کونا
تحتِ شہی - شاہی تخت
عبث - بیکار

سوئے اسیران - پنجرے کے قیدیوں کی طرف
نفس
خبرِ آدایام - بہار کے موسم کی آمد کی خبر
بہاراں

مشقی سرگرمیاں

۷۔ غزل سے صنعتِ تشبیہ کا شعر نقل کر کے مشبہ اور مشبہ بہ کو نشان زد کیجیے۔

۸۔ غزل سے صنعتِ تلمیح کا شعر لکھیے۔

* مصحفی کی غزل سے مبالغے کا شعر تلاش کر کے لکھیے۔

* شعر کی تشریح کیجیے۔

نہ گیا کوئی عدم کو، دل شاداں لے کر
یاں سے کیا کیا نہ گئے حسرت و ارماں لے کر

* فقرے کے لیے مناسب لفظ لکھیے۔

جیسے روتی ہوئی آنکھ - دیدہ گریاں

۱۔ دیکھنے والی آنکھ ۲۔ دل کی آنکھ

* غزل کا بغور مطالعہ کر کے ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

۱۔ عدم کے مسافر کے ہم سفر کے نام لکھیے۔

۲۔ 'خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں' کے مفہوم والے مصرعے نقل کیجیے۔

۳۔ قاتل کے تیغ و نمک داں ساتھ لانے کا سبب لکھیے۔

۴۔ بادِ صبا کے موسم بہار کی خبر لے جانے کا مقام لکھیے۔

۵۔ غزل سے ایسے اشعار کو شناخت کیجیے جن میں شاعر اپنے

بارے میں کچھ کہہ رہا ہے۔

۶۔ مقطع کا مطلب واضح کیجیے۔

اضافی مطالعہ

مخففات و نشانات

اس کتاب میں اردو لکھنے کے لیے جو رسم الخط استعمال کیا گیا ہے، اسے نستعلیق کہتے ہیں۔ اس طرزِ تحریر میں چند مخصوص مخففات اور نشانات کا چلن عام ہے۔ ان کی معلومات آپ کو اردو پڑھتے وقت مددگار ثابت ہوگی۔

1.	ع/ء/ع	بیت/شعر کا نشان	مکمل شعر یا بند لکھنے سے پہلے بنایا جاتا ہے۔
2.	ع/ء/ع	مصرع کا نشان	مصرع لکھنے سے پہلے بنایا جاتا ہے۔
3.	~	اسے خطِ بیت کہا جاتا ہے۔	یہ نشان شاعر کے تخلص پر بنایا جاتا ہے۔
4.	و-الف	'ورق الیہ' کا مخفف ہے۔	تحریر میں ورق کی آخری سطر کے بعد لکھا جاتا ہے۔ انگریزی مخفف PTO (Please turn over) کا متبادل ہے۔
5.	الح	یہ 'الی آخرہ' کا مخفف ہے یعنی عبارت کے آخر تک	عبارت یا شعر کو مکمل نقل کرنے کی بجائے عبارت کے ابتدائی الفاظ لکھ کر اسے لکھا جاتا ہے۔ اس سے مکمل عبارت مراد ہوتی ہے۔
6.	...	کم سے کم تین یا تین سے زائد نقطے	عبارت یا متن سے کسی لفظ یا کسی حصے کو حذف یا ختم کرتے ہوئے ان کی جگہ یہ نشان بنایا جاتا ہے۔

(صفحہ ۹۰ پر جاری)

غزل - ۴

فانی بدایونی

پہلی بات : ہندی کے کسی شاعر نے کہا ہے۔

جہاں نہ پہنچے روی وہاں پہنچے کوی
یعنی سورج جہاں نہیں پہنچ پاتا، شاعر اپنی سوچ اور تخیل کی مدد سے وہاں پہنچ جاتا ہے۔ شاعری میں انسان، زندگی اور کائنات کے بارے میں عجیب و غریب خیالات ملتے ہیں جو ہمیں محسوسات کی ایک الگ دنیا میں لے جاتے اور غور و فکر پر آمادہ کرتے ہیں۔
فانی بدایونی کی اس غزل میں بھی ایسی ہی بصیرت افروز باتیں بیان کی گئی ہیں۔

جان پہچان : فانی کا اصل نام شوکت علی خان تھا۔ وہ ۱۸۷۹ء میں اتر پردیش کے ضلع بدایوں میں پیدا ہوئے۔ بریلی کالج سے بی اے پاس کرنے کے بعد وہ کچھ عرصے تک مدرس رہے۔ بعد میں ملازمت ترک کر کے علی گڑھ میں ایم اے او کالج (موجودہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۳۲ء میں مہاراجا کشن پرساد کی دعوت پر حیدرآباد پہنچے۔ وہاں ایک سرکاری اسکول میں ہیڈ ماسٹر ہو گئے۔ ۱۹۴۱ء میں حیدرآباد میں ان کا انتقال ہوا۔ فانی کی شاعری میں درد و غم کے مضامین کی کثرت کے سبب فانی کو یاسیت کا امام کہا جاتا ہے۔ عرفانیات فانی، وجدانیات فانی، اور باقیات فانی، ان کے شعری مجموعے ہیں۔

خلق کہتی ہے جسے دل ترے دیوانے کا
اک معمّا ہے، سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی بھی تو پشیمان ہے یہاں لا کے مجھے
تم نے دیکھا ہے کبھی گھر کو بدلتے ہوئے رنگ
دل سے پہنچی تو ہیں آنکھوں میں، لہو کی بوندیں
سلسلہ شیشے سے ملتا تو ہے پیمانے کا

ہر نفس عمر گزشتہ کی ہے میّت، فانی
زندگی نام ہے مر مر کے جیے جانے کا

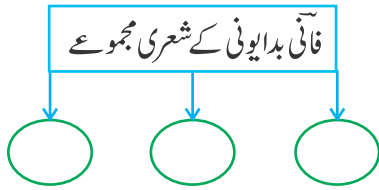
معانی و اشارات

پشیمان - شرمندہ
حیلہ - بہانہ
عمر گزشتہ - گزری ہوئی عمر

مشقی سرگرمیاں

* غزل پڑھ کر ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔ * شاعر سے متعلق معلوماتی خاکہ مکمل کیجیے۔

نام	شاعر
تخلص	
وکالت	
صدر مدرس	



* ہدایت کے مطابق شعر لکھیے۔

	مطلع
	حسن مطلع
	مقطع
	صنعت استعارہ

- ۱۔ شاعر کے مطابق دنیا کی حیثیت لکھیے۔
- ۲۔ زندگی کے متعلق فانی کا نظریہ بیان کیجیے۔
- ۳۔ اس عمل کو واضح کیجیے جس سے شاعر کی زندگی کو پشیمانی ہو رہی ہے۔
- ۴۔ دل اور آنکھوں کے لیے استعمال کیے گئے استعاروں کو لکھیے۔
- ۵۔ 'غزل میں ایک قسم کی نا اُمیدی اور یاسیت کی فضا بنتی ہے۔' اس بیان کی موافقت دو مثالوں سے ثابت کیجیے۔

* فانی بدایونی سے متعلق رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

	۱۸۷۹ء
	۱۹۳۲ء
	۱۹۴۱ء

* ذیل کے شعری تشریح اپنے لفظوں میں کیجیے۔

زندگی بھی تو پشیمانی ہے یہاں لا کے مجھے
ڈھونڈتی ہے کوئی حیلہ مرے مر جانے کا

(صفحہ ۸۸ سے آگے)

اضافی مطالعہ

مخفقات و نشانات

اس کتاب میں اردو لکھنے کے لیے جو رسم الخط استعمال کیا گیا ہے، اسے نستعلیق کہتے ہیں۔ اس طرزِ تحریر میں چند مخصوص مخفقات اور نشانات کا چلن عام ہے۔ ان کی معلومات آپ کو اردو پڑھتے وقت مددگار ثابت ہوگی۔

عبارت کو دوبارہ نقل کرنے کی بجائے یہ نشان بنایا جاتا ہے یعنی حسبِ بالا / اوپر کی طرح /	اس کا نام 'ایضاً' ہے۔ Ditto یا do کا بدل	"	7.
تحریر میں رقم، تاریخ یا وزن کے ہندسے لکھنے کے بعد اور کبھی کبھی دو یکساں چیزوں کے درمیان یا / کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔	ترچھا خط / لکیر	/	8.
قرآن میں مذکور تمام انبیاء یا پیغمبروں کے ناموں کے بعد یا اوپر یہ نشان لگایا جاتا ہے۔ اسے دیکھ کر ہمیں مکمل علیہ السلام پڑھنا چاہیے۔	علیہ السلام کا مخفف	ﷺ	9.

غزل - ۵

معین احسن جذبی

پہلی بات: ہماری روزمرہ زندگی میں جہاں ہمیں راحتیں اور خوشیاں میسر آتی ہیں، وہیں دکھوں اور پریشانیوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہم اپنا غم کسی کو سنا دیں تو دل کا بوجھ اتر جاتا ہے۔ غزلوں میں غمِ جاناں یعنی محبت کے غم بیان کیے جاتے ہیں، وہیں غمِ دوراں یعنی زمانے کی مشکلات کا بیان بھی ملتا ہے۔ شاعر اپنے دکھوں کا اظہار اس طرح کرتا ہے کہ ہم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ جذبی کی غزل اسی انداز کی نمائندگی کرتی ہے۔

جان پہچان: معین احسن جذبی ۱۹۱۲ء میں مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے جھانسی، لکھنؤ، آگرہ اور دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ ایم اے پاس کرنے کے بعد ملازمت کی غرض سے مختلف شہروں میں قیام کیا۔ پھر شعبۂ اردو کے استاد کی حیثیت سے وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے وابستہ ہو گئے۔ معین احسن جذبی کو بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا۔ 'فروزاں'، 'سخن مختصر' اور 'گدازِ شب' ان کے شعری مجموعے ہیں۔ انھیں اقبال سمان اور غالب ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا تھا۔ جذبی ترقی پسند دور کے اہم شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی شاعری کا خاص وصف ان کے لہجے کا دھیماپن اور حزن آمیز غنائیت ہے۔ ۲۰۰۵ء میں علی گڑھ میں ان کا انتقال ہوا۔

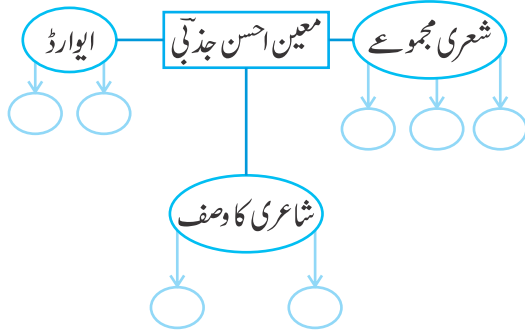
عیش سے کیوں خوش ہوئے ، کیوں غم سے گھبرایا کیے
زندگی کیا جانے کیا تھی اور کیا سمجھا کیے
ناخدا بے خود ، فضا خاموش ، ساکت موجِ آب
اور ہم ساحل سے تھوڑی دور پر ڈوبا کیے
وہ ہوائیں ، وہ گھٹائیں ، وہ فضا ، وہ اُس کی یاد
ہم بھی مضربِ اَلَم سے سازِ دل چھیڑا کیے
مختصر یہ ہے ہماری داستانِ زندگی
اک سکونِ دل کی خاطر عمر بھر تڑپا کیے
کاٹ دی یوں ہم نے ، جذبی ، راہِ منزل کاٹ دی
گر پڑے ہر گام پر ، ہر گام پر سنبھلا کیے

معانی و اشارات

ناخدا	- ملاح، رہنما	مضرب الم	- دکھ کو ابھارنے والا
ساکت	- بے حرکت، خاموش	گام	- قدم

مشقی سرگرمیاں

* غزل کا بغور مطالعہ کر کے ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایات کے * شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔



مطابق مکمل کیجیے۔

- ۱۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں جذبی کی حیثیت لکھیے۔
- ۲۔ شاعر کے زندگی کو نہ سمجھنے کا سبب بیان کیجیے۔
- ۳۔ شاعر کے ڈوبنے کا منظر اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔
- ۴۔ شاعر کی داستانِ حیات کے دو تضادات کو بیان کیجیے۔
- ۵۔ غزل سے استعارے کا شعر نقل کر کے مستعار معنی اور مستعار لہ کو نشان زد کیجیے۔

* ہدایت کے مطابق عمل کیجیے۔

- ۱۔ ایسا مصرع لکھیے جس میں ہم معنی الفاظ آئے ہیں۔
- ۲۔ وہ مصرع لکھیے جس میں دکھ کی داستان بیان کی گئی ہے۔
- ۳۔ وہ مصرع لکھیے جس میں سکون کے لیے مسلسل پریشان رہے۔
- ۴۔ وہ مصرع لکھیے جس میں گرنے، سنبھلنے کا تذکرہ ہے۔
- ۶۔ شاعر کے زندگی گزارنے کے انداز کو بیان کیجیے۔
- ۷۔ غزل کے حوالے سے جذبی کی شاعری کے خاص وصف
- ۸۔ اپنے پسندیدہ شعر کی تشریح اپنے لفظوں میں کیجیے۔
- ۹۔ غزل کے ردیف اور قافیوں کی فہرست بنائیے۔

اضافی معلومات

نظم

’نظم‘ عربی زبان کا لفظ ہے۔ لغت میں اس کے معنی ہیں ’لڑی میں موتی پرونا‘۔ ادبی اصطلاح کے طور پر ’نظم‘ کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک تو یہ لفظ نثر کی ضد کے طور پر بولا جاتا ہے یعنی ہر وہ کلام جو نثر نہ ہو، نظم ہے۔ دوسرے مفہوم کے مطابق نظم شاعری کی اس صنف کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص موضوع پر تسلسل کے ساتھ اظہارِ خیال کیا جائے۔ موجودہ دور میں ہیئت کے اعتبار سے نظم کی تین قسمیں مقرر کی گئی ہیں: پابند نظم، معری نظم اور آزاد نظم۔ پابند نظم ایسی نظم ہے جس میں بحر کے استعمال اور قافیوں کی ترکیب میں مقررہ اصولوں کی پابندی کی گئی ہو۔ مریخ، خمس، مسدس، ترکیب بند، ترجیع بند، گیت وغیرہ بھی پابند نظم کی ہی مختلف شکلیں ہیں۔ معری نظم ایسی نظم ہے جس کے تمام مصرعے وزن کے لحاظ سے برابر ہوں مگر اس میں قافیہ نہیں استعمال کیے جاتے۔ آزاد نظم ایسی نظم ہے جس میں نہ تو قافیہ کی پابندی کی گئی ہو اور نہ بحر کے استعمال میں مروجہ اصولوں کا لحاظ رکھا گیا ہو بلکہ مصرعے چھوٹے بڑے ہوں۔ اردو میں آزاد نظم کا رواج انگریزی نظم کی تقلید سے ہوا۔ اُنیسویں صدی کے اواخر میں جب ہندوستان میں انگریزوں کا عمل دخل بڑھا اور انگریزی زبان و ادب کے اثرات بڑھنے لگے تو ان کے نتیجے میں آزاد نظم کا چلن بھی اردو میں عام ہوا۔ روایت کی پاسداری کرنے والوں نے اردو میں آزاد نظم کی قبولیت کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا لیکن رفتہ رفتہ آزاد نظم نے ہماری ادبی تاریخ میں اپنی مستقل جگہ بنالی۔ ان دنوں معری اور آزاد نظم کے ساتھ ساتھ نثری نظم بھی اردو میں عام ہوتی جا رہی ہے۔

غزل - ۶

راجندر منجندہ بانی

پہلی بات: غزل کی شاعری میں یوں تو ہر طرح کے مضامین نظم کیے جاتے ہیں لیکن شاعران میں زیادہ تر اپنی ذات پر گزرنے والے حالات کا تذکرہ کرتا ہے۔ ذیل کی غزل کی ردیف 'میرے لیے' سے واضح ہے کہ اس کے ہر شعر میں شاعر کا اپنا تجربہ بیان کیا گیا ہے۔

جان پہچان: راجندر منجندہ بانی کی پیدائش ۱۲ نومبر ۱۹۳۲ء کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد وہ اپنے خاندان کے ساتھ دہلی منتقل ہو گئے جہاں انھوں نے تدریس کا پیشہ اختیار کیا۔ بانی کا تعلق اردو کے نئے شاعروں کی اس نسل سے ہے جس نے غزل کو نیا رنگ و آہنگ عطا کیا۔ بانی کی غزلیں ایک نئے طرز احساس کی نمائندگی کرتی ہیں۔ ان کے زبان و بیان میں تازگی ہے۔ اردو غزل کی روایت میں بانی اپنی الگ پہچان رکھتے ہیں۔ 'حرفِ معتبر، حسابِ رنگ' اور 'شفقِ شجران' کے شعری مجموعے ہیں۔ ۱۹۸۱ء میں دہلی میں ان کا انتقال ہوا۔

تمام راستہ پھولوں بھرا ہے میرے لیے کہیں تو کوئی دعا مانگتا ہے میرے لیے
تمام شہر ہے دشمن ، تو کیا ہے میرے لیے میں جانتا ہوں ترا در کھلا ہے میرے لیے
مجھے پکھڑنے کا غم تو رہے گا ، ہم سفرو مگر سفر کا تقاضا جدا ہے میرے لیے
عجیب درگزی کا شکار ہوں اب تک کوئی کرم ہے نہ کوئی سزا ہے میرے لیے
گزر سکوں گا نہ اس خوابِ بستی سے یہاں کی مٹی بھی زنجیر پا ہے میرے لیے
اب آپ جاؤں تو جا کر اسے سمیٹوں میں تمام سلسلہ بکھرا پڑا ہے میرے لیے
یہ کیسے کوہ کے اندر میں دفن تھا ، بانی
وہ ابر بن کے برستا رہا ہے میرے لیے

معانی و اشارات

درگزی - بے توجہی
زنجیر پا - پاؤں کی زنجیر، اڑچن، روکنے والی

* غزل کا بغور مطالعہ کر کے ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایات کے * غزل کی مدد سے ستون الف اور ستون ب کے لفظوں کی مطابق مکمل کیجیے۔ جوڑیاں لگائیے۔

ستون الف	ستون ب
راستہ	خواب
شہر	زنجیر پا
مٹی	پھول
بستی	دشمن

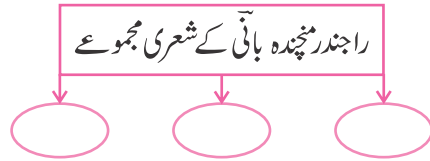
تحریری سرگرمی:

تمام راستہ پھولوں بھرا ہے میرے لیے
کہیں تو کوئی دعا مانگتا ہے میرے لیے
نہ جانے کون دعاؤں میں یاد رکھتا ہے
میں ڈوبتا ہوں تو دریا اُچھالتا ہے مجھے
ان دو شعروں کو اپنے الفاظ میں واضح کیجیے۔

- ۱۔ غور کیجیے اور اس فرد کی نشاندہی کیجیے جس کی دعا سے شاعر کا راستہ پھولوں سے بھرا ہے۔
- ۲۔ غزل کے پس منظر میں 'سفر کا تقاضا جدا ہے' کو واضح کیجیے۔
- ۳۔ غزل کے مطلع اور حسن مطلع کے فرق کو قائم بند کیجیے۔
- ۴۔ 'درگزری' کے احساس کا سبب لکھیے۔
- ۵۔ غزل سے صنعت تضاد کا شعر نقل کر کے متضاد الفاظ کو خط کشیدہ کیجیے۔
- ۶۔ قافیوں کے علاوہ قافیے کے ہم صوتی الفاظ غزل سے تلاش کر کے لکھیے۔

- ۷۔ غزل کے مقطع کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔
- ۸۔ حمد کا مفہوم رکھنے والا شعر تلاش کر کے لکھیے۔

* راجندر منجندہ بانی سے متعلق شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔



شعری ہیئتیں

اضافی معلومات

مسمط: شعر کی اصطلاح میں مسمط ایسی نظم کو کہتے ہیں جو کئی بندوں میں لکھی جائے۔ ایک بند میں اشعار کی تعداد تین سے لے کر دس تک ہوتی ہے۔ مسمط کے ہر بند میں مصرعوں کی تعداد برابر ہونی چاہیے۔ یعنی پہلا بند اگر پانچ مصرعوں کا ہے تو بعد کے تمام بند بھی پانچ مصرعوں کے ہوں گے۔ مسمط کی آٹھ قسمیں ہیں: مثلث (ہر بند میں تین مصرعے ہوتے ہیں)، مربع (ہر بند میں چار مصرعے ہوتے ہیں)، چمٹس (ہر بند میں پانچ مصرعے ہوتے ہیں)، مسدس (ہر بند میں چھ مصرعے ہوتے ہیں)، مسبع (ہر بند میں سات مصرعے ہوتے ہیں)، مثنیٰ (ہر بند میں آٹھ مصرعے ہوتے ہیں)، متبع (ہر بند میں نو مصرعے ہوتے ہیں) اور معشر (ہر بند میں دس مصرعے ہوتے ہیں)۔

ترجیع بند: ترکیب بند اور ترجیع بند میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ ترکیب بند میں ٹیپ کا شعر ہر بار بدلتا ہے جبکہ ترجیع بند میں ٹیپ کا شعر تبدیل نہیں ہوتا۔ ہر بند کے آخر میں جوں کا توں دہرایا جاتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہر بند کے آخر میں صرف ایک مصرع ہی بار بار لایا جاتا ہے۔ اس میں مثالیں بہت کم ہیں۔ نظیر اکبر آبادی کی نظم 'بنجارہ نامہ' اس کی ایک مشہور مثال ہے۔

ترکیب بند: اس کے ہر بند میں عام طور پر پانچ سے گیارہ تک اشعار ہوتے ہیں۔ ہر بند میں غزل کی طرح مستقل قافیہ ہوتا ہے لیکن ہر بند کا قافیہ دوسرے بند سے مختلف ہوتا ہے۔ پورے ترکیب بند کا ایک ہی بحر میں ہونا ضروری ہے۔ ہر بند کے آخر میں ٹیپ کا شعر ہوتا ہے جس کا وزن تو باقی نظم کے موافق ہوتا ہے لیکن اس کا قافیہ مختلف ہوتا ہے۔ اس شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور ٹیپ کا یہ شعر ہر بند کے آخری شعر سے مربوط ہوتا ہے۔

غزل - ۷

ظفر گورکھپوری

پہلی بات : ۱۹۲۰ء کی بات ہے۔ بنگال میں قحط جیسے حالات تھے۔ اسی زمانے میں ممبئی کے ایک مشاعرے میں ایک نوجوان شاعر نے جب یہ شعر پڑھا۔

ہاتھ کشمیر بنانے کے لیے اُٹھتے ہیں بھوک کشمیر کو بنگال بنا دیتی ہے
تو مشاعرہ گاہ داد و تحسین کے نعروں سے گونج اُٹھی۔ اس نوجوان شاعر کا نام ظفر گورکھپوری تھا جو بعد میں ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہوا۔

جان پہچان : ظفر گورکھپوری ۵ مئی ۱۹۳۵ء کو ضلع گورکھپور کے گاؤں بیدولی بابو میں پیدا ہوئے۔ وہ بچپن ہی میں اپنے خاندان کے ہمراہ ممبئی منتقل ہو گئے تھے۔ ظفر گورکھپوری ترقی پسند شاعروں میں ایک معتبر مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے بچوں کے لیے بھی نہایت خوب صورت نظمیں کہی ہیں۔ ’سچائیاں، نیشہ، وادی سنگ، گوکھرو کے پھول، چراغ چشم تر، ہلکی ٹھنڈی تازہ ہوا، مٹی کو ہنسنا ہے‘ وغیرہ ان کے شعری مجموعے ہیں۔ ۱۹۹۳ء میں وہ معلّیٰ کے پیشے سے سبکدوش ہوئے۔ فلموں سے بھی وابستہ رہے اور فلموں کے لیے گیتوں کے علاوہ انھوں نے قوالیاں بھی لکھیں۔ ۳۰ جولائی ۲۰۱۷ء کو ممبئی میں ان کا انتقال ہوا۔

بدن کجلا گیا تو دل کی تابانی سے نکلواں گا
میں سورج بن کے اک دن اپنی پیشانی سے نکلواں گا
نظر آجاؤں گا میں آنسوؤں میں ، جب بھی روؤں گا
مجھے مٹی کیا تم نے تو میں پانی سے نکلواں گا
میں ایسا خوب صورت رنگ ہوں دیوار کا اپنی
اگر نکلا تو گھر والوں کی نادانی سے نکلواں گا
ضمیرِ وقت میں پیوست ہوں میں پھانس کی صورت
زمانہ کیا سمجھتا ہے کہ آسانی سے نکلواں گا
یہی اک شے ہے جو تہا کبھی ہونے نہیں دیتی
ظفر مر جاؤں گا جس دن پریشانی سے نکلواں گا

معانی و اشارات

- بدن کجلا نا
- بدن کا بے رونق ہو جانا
- ضمیرِ وقت میں پیوست ہوں
- مراد کوئی ایسی بات یا تصور جو ہر زمانے میں موجود ہو

- * غزل کا بغور مطالعہ کر کے ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔
- ۱۔ شاعر کے نظر آنے کی جگہ اور وجہ لکھیے۔
 - ۲۔ زمانے کو شاعر کا چیلنج واضح کیجیے۔
 - ۳۔ غزل کے حوالے سے اپنوں کی نادانی کا نتیجہ لکھیے۔
 - ۴۔ ضمیر وقت میں پیوست ہوں میں پھانس کی صورت مصرع کے مفہوم کو اپنے لفظوں میں قلمبند کیجیے۔
 - ۵۔ غزل کے قوافی کو ابجدی ترتیب میں لکھیے۔
 - ۶۔ غزل کے قوافی میں دو نئے قافیوں کا اضافہ کیجیے۔
 - ۷۔ غزل کی ردیف لکھیے۔

اضافی مطالعہ

علامات اوقاف

جملوں کے معنی، مطلب، لہجہ اور جذبہ و کیف کے اظہار کے لیے اور کچھ مخصوص تحریروں کی شناخت کے لیے اردو میں مخصوص تحریری نشانات مقرر ہیں۔ ان نشانات کو علامات اوقاف کہتے ہیں۔

1.	ختمہ -	مکمل یا معنی جملے کے آخر میں لگایا جاتا ہے۔ مثال: اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تعریف حمد کہلاتی ہے۔
2.	سوالیہ نشان ؟	سوالیہ جملے کے آخر میں لگاتے ہیں۔
3.	استعجابیہ، فجائیہ، ندائیہ !	(i) تعجب کے اظہار کے لیے ادا کیے گئے جملے، فقرے یا لفظ کے آخر میں۔ (ii) کسی جذبے کے تحت ادا کیے گئے القاب، صوتی الفاظ اور لفظی ترکیب کے آخر میں۔ (iii) ندایا پکار، اجتماعی خطاب، مخصوص نام کے آخر میں لگاتے ہیں۔
4.	سکتہ ،	جملے میں مختصر وقفے یا ٹھہراؤ کے لیے لگاتے ہیں۔ مثال: انھیں دھن رہتی تو بس ایک ہی رہتی، تلاش حق کی۔
5.	وقفہ ؛	جملے میں سکتے سے کچھ طویل یا لمبے وقفے یا ٹھہراؤ کے لیے۔ مثال: وہ نرم گفتار، خوش مزاج شخص کینن تھا؛ پروین گروپ کے سیاحوں کا رہبر۔
6.	تفصیلہ :-	کسی چیز کی تفصیل بیان کرنے کے لیے یا کسی تفصیل کی مزید تفصیل کے لیے۔
7.	قوسین ()	تحریر میں جملہ معترضہ کے لیے۔ مثال: ہم اپنا غم کسی کو سنا دیں (اپنے کسی دوست کو) تو دل کا بوجھ اُتر جاتا ہے۔
8.	اکہرے واوین ‘	تحریر میں کسی چیز کی اہمیت یا انفرادیت کو ظاہر کرنے کے لیے۔ مثال: اس نے اُنکی کی پور پر انگوٹھا رکھتے ہوئے ‘اُتی سی‘ کی صراحت کی۔
9.	دہرے واوین ‘‘	تحریر میں کسی دوسرے کے قول، تقریر، کلام، بیان کو ہوبہو نقل کرنے کے لیے۔ مثال: آپ نے فرمایا، ‘‘مسلمان تم سے بڑھ کر دین سے واقف ہیں۔‘‘

غزل - ۸

محمّد سعیدی

پہلی بات :

۱۔ اپنے اکھیاں کی کیفیت کہہ کر چشمِ زگس کتیں رلاؤں کیا
۲۔ اندھیری شام کے پردوں میں چھپ کر کسے روتی ہے چشموں کی روانی
یہ دونوں اشعار آپ جماعتِ نہم میں پڑھ چکے ہیں۔ پہلا شعر سید غلام حسین چشتی (پیدائش: ۱۸۷۱ء) اور دوسرا ناصر کاظمی (پیدائش: ۱۹۲۵ء) کا ہے۔ دونوں شاعروں کے درمیان دو صدیوں کا فاصلہ ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وقت کے ساتھ اظہار کے انداز اور لفظوں کے انتخاب میں بھی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ آج بھی نئی شاعری کا رنگ قدیم اندازِ سخن سے مختلف ہے۔ ذیل کی غزل میں 'بھیڑ میں اکیلا، دکھوں کی دنیا، نفرت کا وار' اور 'خود سے مل کر' جیسے فقرے نئی غزل کی نئی زبان میں شائع کیے جاتے ہیں۔

جان پہچان :

محمّد سعیدی کا اصل نام محمد خان تھا۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۳۸ء کو وہ ٹونک (راجپوتانہ) میں پیدا ہوئے۔ اُردو میں ایم اے کیا۔ اُردو اکیڈمی، نئی دہلی کے اسٹنٹ سکریٹری کے عہدے پر فائز رہے۔ انھوں نے ماہنامہ 'تحریک'، ایوانِ اُردو اور 'اُمنگ' جیسے رسالوں کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیے۔ ۲ مارچ ۲۰۱۰ء کو ان کا انتقال ہوا۔
محمّد سعیدی کی غزلوں میں نئے دور کے انسانی مسائل اور دکھوں کا اظہار نئے انداز اور منفرد اسلوب میں ہوا ہے۔ ان کی غزل میں روایتی انداز کے ساتھ جدید لب و لہجہ بھی سنائی دیتا ہے۔ 'آواز کا جسم، واحد متکلم' اور 'آتے جاتے لحوں کی صدا' ان کے شعری مجموعے ہیں۔

بھیڑ میں ہے مگر اکیلا ہے اس کا قد دوسروں سے اونچا ہے
اپنے اپنے دکھوں کی دنیا میں میں بھی تنہا ہوں ، وہ بھی تنہا ہے
منزلیں غم کی طے نہیں ہوتیں راستہ ساتھ ساتھ چلتا ہے
ساتھ لے لو سپر محبت کی اُس کی نفرت کا وار سہنا ہے
تجھ سے ٹوٹا جو اک تعلق تھا اب تو سارے جہاں سے رشتہ ہے
خود سے مل کر بہت اُداس تھا آج وہ جو ہنس ہنس کے سب سے ملتا ہے

اُس کی یادیں بھی ساتھ چھوڑ گئیں
ان دنوں دل بہت اکیلا ہے

انٹرنیٹ پیغام رسانی میں دورِ جدید کی ایک مقبول ترین ایجاد اور ہر قسم کی معلومات کا بیش بہا خزانہ ہے۔ یہ ہمیں تعلیمی، تفریحی، سائنسی اور دوسرے کئی نئے شعبوں سے آگاہ کرتا ہے۔

انٹرنیٹ کی ساخت و بافت پر سب سے پہلے کمپیوٹر سائنس کے پروفیسر لیونارڈ کلائن راک (Leonard Klein Rock) نے مئی ۱۹۶۱ء میں ایک مقالہ پیش کیا۔ اس کے بعد کئی سائنس دان اس کے ارتقا کا ذریعہ بنے۔ انٹرنیٹ ۱۹۶۰ء کی دہائی کے آخری حصے میں کیلیفورنیا میں شروع ہوا۔ پہلا انٹرنیٹ میسج ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو صبح ساڑھے دس بجے لیونارڈ ہی کی لیباریٹری سے بھیجا گیا تھا۔ ۱۹۹۰ء میں انٹرنیٹ عام آدمی کی دسترس میں آ گیا۔ ہندوستان میں اس کا آغاز ۱۹۹۵ء میں ہوا۔ سب سے پہلے اس کو NICNET اور ERNET نامی اداروں نے تعلیمی اور تحقیقی اغراض کے لیے استعمال کیا۔ اس کے بعد بھارت کے عوام میں اس کا استعمال شروع ہوا۔

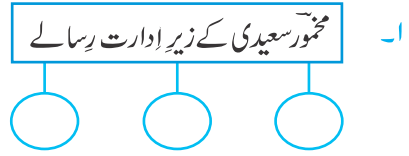
سماج پر انٹرنیٹ کے استعمال کے اثرات مثبت بھی ہوتے ہیں اور منفی بھی۔ اس کے مثبت استعمال سے سب سے پہلے مواصلات کے شعبے میں انقلاب آیا۔ چنانچہ e-mail کے ذریعے پیغام رسانی آسان اور تیز ہو گئی۔ پہلا ای-میل ۱۹۷۱ء میں رے ٹاملنسن (Ray Tomlinson) نے بھیجا تھا۔

انٹرنیٹ کا اور ایک فائدہ یہ ہے کہ دور دراز کے مقامات کے لوگوں سے رابطہ آسان ہو گیا۔ E-commerce کی وجہ سے اشیا فیکٹری سے راست صارف تک پہنچائی جاسکتی ہیں۔ E-governance اور E-banking بھی آج کل بہت عام ہو چکے ہیں۔

انٹرنیٹ کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں لیکن اس کے منفی اثرات سے چشم پوشی بھی نہیں کی جاسکتی۔ اس کا بے مصرف استعمال جیسے چیٹنگ، سرفنگ وغیرہ وقت کی بربادی اور اخلاق کی خرابی کا باعث بنتا ہے۔

کمپیوٹر کے مسلسل استعمال سے صحت متاثر ہوتی ہے۔ آنکھوں، ہاتھوں، کمر، گردن کے عضلات، ریڑھ کی ہڈی اور ہاضمے پر اس کے مضر اثرات ہوتے ہیں۔ بہتر ہے کہ انٹرنیٹ کے تعمیری پہلو سے استفادہ کیا جائے۔

* شاعر سے متعلق شبکی خاکے مکمل کیجیے۔



* غزل کا بغور مطالعہ کر کے ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

- ۱۔ غزل کے شاعر کا اصل نام اور تخلص لکھیے۔
- ۲۔ اس غزل میں جس ہیئت کی کمی ہے اس کی نشاندہی کیجیے۔
- ۳۔ شاعر کے مطابق اس کے اکیلا ہونے کے دو اسباب لکھیے۔
- ۴۔ منزلوں کے طے نہ ہونے کا سبب لکھیے۔
- ۵۔ 'خود سے مل کر اُداس ہونے' کا مفہوم قلمبند کیجیے۔
- ۶۔ غزل کے ایک شعر میں یکساں معنی والے دو لفظ آئے ہیں، انہیں تلاش کر کے لکھیے۔
- ۷۔ غزل سے ہم معنی الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔
- ۸۔ اپنی پسند کے دو اشعار کے ردیف اور قافیے لکھیے۔
- ۹۔ غزل سے صنعت تضاد کے اشعار نقل کیجیے اور شعر کے متضاد الفاظ کو نشان زد کیجیے۔
- ۱۰۔ پسندیدہ شعر کے مفہوم کو اپنے لفظوں میں لکھیے۔

* شعر کا مطلب بیان کیجیے۔

- ۱۔ منزلیں غم کی طے نہیں ہوتیں
- راستہ ساتھ ساتھ چلتا ہے
- ۲۔ اس کی یادیں بھی ساتھ چھوڑ گئیں
- ان دنوں دل بہت اکیلا ہے

۱۰۔ رباعیات

پہلی بات : جماعت نہم میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ چار مصرعوں اور ایک خاص وزن اور بحر میں ادا کیے گئے شاعرانہ خیال کو رباعی کہتے ہیں۔ رباعی میں شاعر جو کچھ کہنا چاہتا ہے، اس کا خیال پہلے مصرعے سے ترقی کرتا جاتا ہے اور چوتھے مصرعے میں اپنے عروج پر پہنچتا ہے۔ اس بحر کے ۲۴ اوزان رباعی کے لیے مخصوص ہیں۔ اُردو میں رباعی کا آغاز فارسی شاعری کے زیر اثر ہوا۔ فارسی ادب میں رباعی کہنے کا رواج قدیم زمانے سے ہے۔ فارسی میں عمر خیام کی رباعیاں بے حد مقبول ہیں۔ اُردو کے ابتدائی زمانے میں بعض دکنی شعرا جیسے قلی قطب شاہ اور ملا وجہی نے رباعیاں کہیں۔ اس کے بعد شمالی ہند میں رباعی لکھنے کا رواج شروع ہوا۔

رباعی کے لیے کوئی موضوع مخصوص نہیں ہے۔ عام طور پر اس میں فلسفیانہ، اخلاقی اور نصیحت آموز مضامین بیان کیے جاتے ہیں۔ حمدیہ اور عشقیہ موضوعات پر بھی رباعیاں کہی گئی ہیں۔

ذیل میں مہاراجا کشن پرساد شاد کی رباعی میں زندگی کو غفلت میں گزار دینے پر فکرِ آخرت اور خدا کے آگے جوابدہی کے احساس کو پیش کیا گیا ہے۔ یاسِ یگانہ چنگیزی نے اپنے مخصوص لب و لہجے میں اپنی انفرادیت کو قائم رکھنے کی بات کہی ہے۔ اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ انسان رکاوٹوں اور مصیبتوں کے باوجود راہِ حق پر قائم رہے۔ شاد عارفی کی رباعی بھی حرکت و عمل کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے کہ انسان عیش و عشرت میں پڑ کر اپنی منزل سے غافل نہ ہو۔ جمیل مظہری کی رباعی میں شاعر اپنے دوستوں سے درخواست کر رہا ہے کہ وہ صبح کی تلاش کا جذبہ یعنی بہتر مستقبل کی تمنا کو اس کے دل میں زندہ رکھنے میں مدد کریں۔

۱۔ کشن پرساد شاد

جان پہچان : مہاراجا کشن پرساد شاد ۲۸ فروری ۱۸۶۴ء کو حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ زمانے کے رواج کے مطابق انھوں نے عربی، فارسی، فلسفہ و منطق کی تعلیم حاصل کی۔ وہ ریاست حیدرآباد میں دومرتبہ وزیراعظم کے عہدے پر فائز ہوئے۔ سرکارِ برطانیہ نے انھیں 'سر' کے خطاب سے نوازا تھا۔ شاد ان کا تخلص تھا۔ انھوں نے تقریباً ساٹھ کتابیں تصنیف کیں۔ 'باغِ شاد، بیاضِ شاد، رباعیاتِ شاد' اور 'جامِ جہاں نما' ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ ۹ مئی ۱۹۴۰ء کو حیدرآباد میں ان کا انتقال ہوا۔

غفلت میں گنوا کے صبح کو شام کیا
افسوس ، یہاں آ کے نہ کچھ کام کیا
کس طرح خدا کو منہ دکھاؤں گا ، شاد
عقبی کا نہ کچھ ہائے ، سر انجام کیا



۲۔ یاس یگانہ چنگیزی

جان پہچان : یاس یگانہ چنگیزی کا نام مرزا واجد حسین تھا۔ وہ ۱۸۸۳ء میں پیدا ہوئے۔ پہلے ان کا تخلص یاس تھا بعد میں یگانہ ہو گیا۔ ان کے کلام میں ایک خاص طرح کی انفرادیت کا رنگ حاوی ہے۔ بول چال کے ایسے الفاظ بھی جو ادبی زبان کا حصہ نہیں ہوتے، معنی میں تیزی اور تندہی لانے کے لیے یاس یگانہ انھیں استعمال کرتے تھے۔ ان کے کلام کے مجموعے 'آیاتِ وجدانی' اور 'گنجینہ' کے نام سے شائع ہوئے۔ یاس یگانہ چنگیزی کا انتقال ۱۹۵۶ء میں ہوا۔

مردانِ خدا کسی کے آگے نہ جھکے دل شعلہٴ غم سے پُھک رہا تھا ، ٹھکے
جادہ اپنا ہے اور ارادہ اپنا دھارا کیا پتھروں پہاڑوں سے رُکے

۳۔ شاد عارفی

جان پہچان : شاد عارفی کا اصل نام احمد علی خان تھا۔ وہ ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا وطن رام پور تھا۔ ان کی نظموں کا پہلا مجموعہ 'ساج' ۱۹۴۶ء میں شائع ہوا۔ ان کی غزلوں اور نظموں میں طنز و مزاح، واقعاتی رنگ اور افسانوی کیفیت کا امتزاج ملتا ہے اور شاعری میں مزاحمت کا عنصر نمایاں ہے۔ ان کے مجموعے 'شوخیِ تحریر' اور 'سفینہ چاہیے' جدید شاعری کے نمائندہ مجموعوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

نفس جب عشرتوں میں کھو جاتا ہے آدمی سُست گام ہو جاتا ہے
سعی منزلِ طلب کو جاری رکھیے نہ ہلائیں تو پاؤں سو جاتا ہے

۴۔ جمیل مظہری

جان پہچان : جمیل مظہری کا اصل نام کاظم علی تھا۔ وہ ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ پٹنہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انھوں نے کلکتہ یونیورسٹی سے فارسی میں ایم اے کا امتحان پاس کیا۔ انھوں نے صحافت کے شعبے میں خدمات انجام دیں اور فلمی دنیا سے بھی وابستہ رہے۔ ۲۳ جولائی ۱۹۸۰ء کو بھیکن پور (مظفر پور) میں ان کا انتقال ہوا۔ 'نقشِ جمیل'، 'فکرِ جمیل'، 'آب و سراب' اور 'عکسِ جمیل' ان کے شعری مجموعے ہیں۔

اے ہم نفسو ، سوزِ جگر دیتے جاؤ پروانوں کو اک رقصِ شرر دیتے جاؤ
تم آ کے شبستاں میں سحر کیا دو گے ہاں ، یہ کہ تمنائے سحر دیتے جاؤ

عقبی	- آخرت، عاقبت	عشرت	- شادمانی، خوشی
سرانجام کرنا	- انتظام کرنا	سست گام	- سست رفتار
مردانِ خدا	- خدا کے خاص بندے	پاؤں سو جانا	- پاؤں سن ہو جانا مراد بے حرکت ہو جانا
پھلنا	- جلنا، جھلنا	نفس	- سانس، دم
جادہ	- راستہ	رقصِ شرر	- شعلوں کا ناچ
نفس	- وجود، جان، ذات	شبستاں	- خواب گاہ، سونے کا کمرہ

مشقی سرگرمیاں

* غزل کا بغور مطالعہ کر کے ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

(۱)

- ۱- شاعر کو جس جگہ کام نہ کرنے کا افسوس ہے، اُس کا نام لکھیے۔
- ۲- شاعر کو جس کام کے نہ کرنے کا افسوس ہے، اس کا نام لکھیے۔
- ۳- شاعر خدا کو منہ دکھانے کے قابل نہیں، وجہ تحریر کیجیے۔
- ۴- عقبی کے معنی و مفہوم لکھیے۔
- ۵- کشن پر ساد شاد کی رباعی کا مرکزی خیال لکھیے۔

(۲)

- ۱- مردانِ خدا کی پہچان قلمبند کیجیے۔
- ۲- شعلہ غم کے مفہوم کو واضح کیجیے۔
- ۳- رباعی میں پتھروں اور پہاڑوں کے مفہوم کی وضاحت کیجیے۔
- ۴- یاس یگانہ چنگیزی کی رباعی کا موضوع بیان کیجیے۔

(۳)

- ۱- آدمی کی سست روی کی وجہ لکھیے۔
- ۲- پاؤں کے سو جانے کا سبب تحریر کیجیے۔
- ۳- ’تھک کر نہ بیٹھ جانے‘ کی نصیحت لکھنے کے لیے شاعر کے



۱۱۔ قطعات

پہلی بات : قطعہ نظم کی اس صنف کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص خیال، جذبے یا کیفیت کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے ہر شعر کا دوسرا مصرع ہم قافیہ ہوتا ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد کم سے کم دو ہوتی ہے، زیادہ سے زیادہ کی کوئی قید نہیں۔ غزل کی طرح اس میں مطلع کہنا ضروری نہیں۔ زیادہ تر دو شعری قطعات کا چلن عام ہے۔

۱: نظیر اکبر آبادی

جان پہچان : نظیر اکبر آبادی ۱۷۴۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام ولی محمد تھا۔ انھوں نے آگرے میں پرورش پائی اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ وہ عربی، فارسی کے علاوہ پنجابی، مارواڑی، پوربی اور ہندی زبانیں بھی جانتے تھے۔ وہ درس و تدریس سے وابستہ تھے۔ ان کے حلقہ احباب میں امیر غریب، عالم جاہل، ہندو مسلمان سبھی شامل تھے۔ نظیر اپنی نظموں میں بول چال کی زبان استعمال کرتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ عوامی شاعر بن گئے۔ ان کے کلام میں ہندوستان کے موسموں اور تہواروں کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان کا انتقال ۱۸۳۰ء میں ہوا۔

نظیر، یار کی ہم نے جو کل ضیافت کی
پکایا، قرض منگا کر، پلاؤ اور قلیا
سو یار آپ نہ آیا، رقیب کو بھیجا
ہزار حیف، ہم ایسے نصیب کے بلیا
ادھر تو قرض ہوا اور ادھر نہ آیا یار
پکائی کھیر تھی، قسمت سے ہو گیا دلیا

۲: بہادر شاہ ظفر

جان پہچان : محمد سراج الدین بہادر شاہ ظفر ۱۷۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ وہ مغلیہ خاندان کے آخری تاجدار تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی قیادت کے جرم میں انگریزوں نے انھیں معزول کر کے رنگون میں قید کر دیا تھا۔ ۱۸۶۲ء میں وہیں ان کا انتقال ہوا۔ بہادر شاہ ظفر شاعری کے قدردان ہی نہیں خود بھی شاعر تھے۔ اُردو کے مشہور شعر اذوق اور ان کے انتقال کے بعد مرزا غالب سے انھوں نے اپنے کلام پر اصلاح لی۔ ظفر نے مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی۔ ان کے کلام میں صفائی اور سادگی کے علاوہ ایک والہانہ بے خودی پائی جاتی ہے۔

کتنے ہی بن کے، شہر کے اور گاؤں کے نشان
یوں مٹ گئے، زمین پہ جوں پاؤں کے نشان
گر نخل خشک کوئی کہیں رہ گیا، ظفر
پائے نہ اس کے پاؤں تلے چھاؤں کے نشان



۳ : علامہ اقبال

جان پہچان : علامہ محمد اقبال ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم گھر اور مکتب میں ہوئی۔ بعد میں انھوں نے اسکاچ مشن اسکول، سیالکوٹ میں داخلہ لیا۔ علامہ اقبال نے گورنمنٹ کالج، لاہور سے فلسفہ میں ایم اے کیا۔ ۱۹۰۵ء میں وہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے انگلینڈ گئے۔ جرمنی سے انھوں نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ہندوستان آکر وہ بیرسٹری کرنے لگے۔

علامہ اقبال نے اپنی شاعری کو پیغام کا ذریعہ بنایا۔ ان کے افکار میں فلسفہ خودی کو ایک خاص حیثیت حاصل ہے۔ 'بانگ درا'، 'بال جبریل' اور 'ضرب کلیم' ان کے مشہور اردو شعری مجموعے ہیں۔ نثر میں ان کی کتابیں 'علم الاقتصاد'، فلسفہ 'عجم'، تشکیل 'جدید الہیات' اسلامیہ بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ انھوں نے بچوں کے لیے بھی کئی نظمیں لکھیں۔ ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو ان کا انتقال ہوا۔

مجھے ڈرا نہیں سکتی فضا کی تاریکی
مری سرشت میں ہے پاکی و درخشانی
تو، اے مسافرِ شب، خود چراغ بن اپنا
کر اپنی رات کو داغِ جگر سے نورانی

۴ : گوپال متل

جان پہچان : گوپال متل کی پیدائش ۱۹۰۹ء میں مالیر کوٹلہ (پنجاب) میں ہوئی۔ وہ اردو کے مشہور صحافی، مترجم، ادیب اور شاعر تھے۔ رسالہ 'تحریک' کے مدیر رہے۔ اردو زبان و ادب سے انھیں گہرا لگاؤ تھا۔ ان کی قابل ذکر تصانیف میں 'صحرا میں اذان' (شعری مجموعہ)، 'لاہور کا جو ذکر کیا' (سوانح)، 'کینسر وارڈ' (ترجمہ) کا شمار ہوتا ہے۔
ذیل کے قطعے میں شاعر نے بتایا ہے کہ کڑوی کیسی باتیں کرنے سے دوست بھی دشمن بن جاتے ہیں لیکن میٹھے بول بولنے سے ہم دوسروں کے دلوں کو جیت سکتے ہیں۔

ہر حال میں پرہیز کر اس عادتِ بد سے
ہر عیب سے ہے عیب بُرا تلخیِ گفتار
یہ چیز بنا دیتی ہے احباب کو دشمن
حق میں ہے محبت کے، یہ چلتی ہوئی تلوار

معانی و اشارات

ضیافت	- دعوت	نخل	- درخت
رقیب	- حریف	سرشت	- فطرت
ہزار حیف	- نہایت افسوس	درخشانی	- چمک، تابانی، روشنی
نصیب کے بلیا	- قسمت کا دھنی طنزاً بد نصیب	داغِ جگر	- جگر کا زخم
پکائی کھیر ہو گیا دل	- کیا کچھ اور ہو گیا کچھ	تخی گفتار	- باتوں کی کڑواہٹ

مشقی سرگرمیاں

* قطعات کا بغور مطالعہ کر کے ذیل کی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

(۱)

- ۱- دعوت دینے والا اور جسے دعوت دی گئی ہے، ان کی پہچان بتائیے۔
 - ۲- قطعے کا موضوع بیان کیجیے۔
 - ۳- قطعے کے قوافی کو معنی کے ساتھ لکھیے۔
 - ۴- ذیل میں سے غلط بیان کو صحیح کر کے لکھیے۔
- (i) دعوت میں کھیر پکائی گئی تھی۔
(ii) شاعر پر دعوت کی وجہ سے دوہری مار پڑی۔
(iii) دعوت میں شاعر کا دوست آیا تھا۔

(۲)

- ۱- دنیا سے ختم ہو جانے والے مقامات کی نشاندہی کیجیے۔
- ۲- شاعر کے مطابق نخلِ خشک کی حالت بیان کیجیے۔
- ۳- قطعے سے مشبہ اور مشبہ بہ کو تلاش کر کے لکھیے۔
- ۴- بہادر شاہ ظفر کے قطعے کا مرکزی خیال تحریر کیجیے۔

(۳)

- ۱- نہ ڈرنے والے کی خوبی لکھیے۔
- ۲- علامہ اقبال کی نصیحت کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔
- ۳- قطعے میں ناصح اور جسے نصیحت کی جا رہی ہے، اس کی نشاندہی کیجیے۔
- ۴- 'داغِ جگر' کے مفہوم کو واضح کیجیے۔

(۴)

- ۱- وہ فعل لکھیے جو بُرے فعل سے بدتر ہے۔
 - ۲- قطعے کے پیغام کو تحریر کیجیے۔
 - ۳- قطعے سے مستعار منہ اور مستعار لہ کو تلاش کر کے قلم بند کیجیے۔
 - ۴- دیے ہوئے بیان کے مطابق ذیل سے صحیح متبادل لکھیے:
- قطعے کا موضوع ہے۔

- (i) بات چیت کا سلیقہ
- (ii) دوستی
- (iii) عیب





قصہ سوتے جاگتے کا

ڈاکٹر نیر مسعود

پہلی بات : آپ نے نویں جماعت میں 'قسمت بیگ' کا سبق پڑھا ہے جو ایک ریڈیو ڈراما ہے۔ ریڈیو ڈرامے میں ہم صرف کرداروں کی آوازیں سنتے ہیں مگر جب وہی کردار اسٹیج پر اداکاری کا مظاہرہ کرتے ہیں تو وہ اسٹیج ڈراما کہلاتا ہے۔ ڈراما ادب کی بڑی اہم صنف ہے۔ اس میں فنونِ لطیفہ کی تمام جھلکیاں موجود ہوتی ہیں اسی لیے اسے فنونِ لطیفہ کا مرقع بھی کہا جاتا ہے۔ ڈرامے کے اجزائے ترکیبی میں چھ چیزیں ضروری سمجھی جاتی ہیں: ماجرا، کردار، مکالمہ، مرکزی خیال، سجاوٹ اور موسیقی۔ ڈرامے میں واقعات کی کڑیاں اس طرح ملائی جاتی ہیں کہ وہ بتدریج نقطہء عروج تک پہنچ سکیں۔ اس کے بعد ڈراما انجام کی طرف بڑھتا ہے۔ واقعات سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے، وہ ڈرامے کے انجام میں نظر آتا ہے۔ عام طور پر حق و باطل اور خیر و شر کی کشمکش، انسانی اقدار اور سماجی، قومی اور سیاسی مسائل کو ڈراموں میں پیش کیا جاتا ہے۔

جان پہچان : نیر مسعود ۱۶ نومبر ۱۹۳۶ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم کے بعد اردو اور فارسی میں ایم اے کیا اور دونوں زبانوں میں یکے بعد دیگرے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ وہ لکھنؤ یونیورسٹی میں اردو فارسی کے استاد مقرر ہوئے۔ وہ ایک صاحبِ طرز ادیب تھے۔ انھوں نے افسانے میں ایک نئے طرزِ بیان کو متعارف کیا۔ تخیل اور اسرار اُن کے افسانوں کا خاص وصف ہے۔

'سیمیا، عطر کا فور، گنجفہ' اور 'طاؤس چمن کی مینا' اُن کے افسانوں کے مجموعے ہیں۔ 'بزمِ انیس' کے نام سے انھوں نے انیس کے مرثیوں کا انتخاب شائع کیا۔ انھوں نے فارسی کی منتخب کہانیوں کے تراجم بھی شائع کیے۔ انھیں ۲۰۰۱ء میں ساہتیہ اکیڈمی اور ۲۰۰۷ء میں سرسوتی سمان جیسے باوقار انعامات سے سرفراز کیا گیا۔ ۲۴ جولائی ۲۰۱۷ء کو لکھنؤ میں اُن کا انتقال ہوا۔ یہاں ان کا ایک ڈراما پیش کیا جاتا ہے جو الف لیلہ کی داستان سے ماخوذ ایک واقعے پر مبنی ہے۔

کردار

ہارون رشید : آٹھویں صدی عیسوی میں اسلامی دنیا کے خلیفہ
ابوالحسن : بغداد کا ایک نوجوان
جعفر : ہارون رشید کا وزیر
مسرور : ایک سردار
کافور : حبشی غلام
ابوالحسن کی ماں

تین پڑوسی، داروغہ اور دوسرے درباری، امیر، افسر، کنیزیں اور غلام

منظر - ۱

مقام : بغداد کا پل

- (ابوالحسن دجلہ کے پل پر بیٹھا ہوا ادھر ادھر دیکھ رہا ہے۔ خلیفہ ہارون رشید ایک غلام کے ساتھ سوداگر کے بھیس میں آتے ہیں)
- ابوالحسن : (خلیفہ سے) بھلے آدمی، تمہارا لباس بتاتا ہے کہ تم بغداد کے رہنے والے نہیں ہو۔
- خلیفہ : میاں، تم نے خوب پہچانا۔ میں موصل کا سوداگر ہوں۔
- ابوالحسن : بس تو بھائی موصل کے سوداگر! کیا آج رات میرے غریب خانے پر چلنے کی زحمت کرو گے؟ وہاں ہم دونوں عمدہ کھانا کھائیں گے۔
- خلیفہ : بڑے شوق سے چلوں گا۔ بھلا اتنی محبت سے دی ہوئی دعوت کون ٹھکرا سکتا ہے؟
- ابوالحسن : (اُٹھ کھڑا ہوتا ہے) آؤ چلو... (رُک کر) مگر ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ ہماری دوستی صرف آج تک رہے گی۔
- خلیفہ : (حیران ہو کر) یہ کیسی شرط ہے بھائی؟ تم تو عجیب آدمی معلوم ہوتے ہو!
- ابوالحسن : یہ شرط اس لیے ہے کہ کہیں تم میرے دوست نہ بن جاؤ۔ میں دشمنوں سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا دوستوں سے۔
- خلیفہ : بھائی! آخر معاملہ کیا ہے؟
- ابوالحسن : معاملہ میں سمجھائے دیتا ہوں۔ (پل پر بیٹھ جاتا ہے۔ خلیفہ اور غلام بھی بیٹھ جاتے ہیں)
- خلیفہ : ہاں، اب سناؤ۔
- ابوالحسن : میرا نام ابوالحسن ہے۔ میں ایک امیر سوداگر کا بیٹا ہوں۔ باپ کے مرنے کے بعد ساری دولت میرے ہاتھ آئی جسے میں نے دل کھول کر خرچ کیا۔ روپیہ آخر کب تک چلتا؟
- خلیفہ : بے شک، اگر قارون کا خزانہ بھی اس طرح لٹایا جائے تو ایک دن ختم ہی ہو جائے گا۔
- ابوالحسن : اسی طرح میری بھی دولت ختم ہو گئی۔ اب غربی جو آئی تو دوستوں نے ایک ایک کر کے کھسکا شروع کر دیا۔ ایک مرتبہ میں نے اپنے ان دوستوں سے کچھ روپیہ قرض مانگا مگر انھوں نے ٹکسا جواب دے دیا۔
- خلیفہ : مطلب کے دوست اس کے سوا اور کیا دے سکتے ہیں؟
- ابوالحسن : پھر میں نے کچھ جائیداد بیچ کر روپیہ اکٹھا کیا اور اس سے چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر دیا۔ اب جو پیسے ملتے ہیں، انھیں مزے مزے خرچ کرتا ہوں۔ میں روز کسی اجنبی کو گھر لے جاتا ہوں۔ اس کے ساتھ کھانا کھاتا ہوں اور سویرے تڑکے اُسے رخصت کر دیتا ہوں۔ یہ اس لیے کہ دوستوں کی وجہ سے مل بیٹھ کر کھانے کی عادت پڑ گئی ہے۔ بس یہ ہے میری کہانی۔
- خلیفہ : دوست، تم تو بڑے مزے کے آدمی ہو! چلو، مجھے تمہاری دعوت منظور ہے۔
- ابوالحسن : آؤ چلیں۔

منظر - ۲

مقام: ابوالحسن کا مکان

(ابوالحسن اور خلیفہ کھانا کھا چکے ہیں اور شربت پی رہے ہیں۔ طشتیوں میں میوے رکھے ہیں)

خلیفہ : واللہ ابوالحسن! میں نے دنیا جہان کے کھانے کھائے مگر یہ مزہ کہیں نہ پایا جو تمہارے یہاں ملا۔ جی چاہتا ہے روز ہم تم مل کر اسی طرح کھایا پیا کریں۔

ابوالحسن : دل تو میرا بھی یہی چاہتا ہے۔

خلیفہ : ٹھیک ہے۔ اچھا تم آرام کرو۔ میں اب سوتا ہوں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمہارے اس احسان کے شکریے میں کچھ میں بھی تمہاری خدمت کروں۔

ابوالحسن : تمہارا یہی احسان کیا کم ہے کہ تم نے میری دعوت قبول کی۔ (کچھ سوچ کر) میں ایک مصیبت میں پھنسا ہوا ہوں مگر تم پر دیسی اس میں میری کیا مدد کر سکتے ہو؟

خلیفہ : بتاؤ، بتاؤ۔ شاید میں کسی کام آ سکوں۔

ابوالحسن : بھائی، ہمارے محلے میں ایک امیر شخص ہے۔ اس کے چار یار بھی ہیں۔ یہ پانچوں مل کر محلے بھر کا ناک میں دم کیے ہوئے ہیں۔

خلیفہ : (سوچتے ہوئے) مگر اُن کا علاج کیا ہونا چاہیے۔

ابوالحسن : علاج...؟ (غصے میں فرش پر ہاتھ مار کر) اگر خدا ایک دن کے لیے مجھے خلیفہ ہارون رشید کی جگہ دے دے تو تمہیں بتاؤں کہ ان لوگوں کا علاج کیا ہو سکتا ہے؟

خلیفہ : بھلا وہ کیا؟

ابوالحسن : وہ یہ کہ اس منحوس آدمی اور اس کے چاروں گروں کی پیٹھ پر سو سو کوڑے لگوا دوں۔ پھر اُن سے کہوں کہ دیکھو، پڑوسیوں کو ستانے کی یہی سزا ہے۔

خلیفہ : (کچھ سوچ کر مسکراتا ہے) کون جانے، خدا تمہیں سچ مچ ایک دن کے لیے خلیفہ بنا دے۔

ابوالحسن : تم میرا مذاق اڑاتے ہو! اور ٹھیک بھی ہے۔ اگر خلیفہ سن لے تو وہ بھی میری خوب ہنسی اڑائے۔

خلیفہ : (ابوالحسن کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے) کیا بات کرتے ہو دوست۔ تم نے میری اتنی خاطر کی۔ بھلا میں تمہارا مذاق اڑاؤں گا۔ اچھا آدھی رات ہونے آئی ہے۔ اب سونا چاہیے۔

ابوالحسن : یہ تھوڑا سا شربت بچ رہا ہے۔ اسے بھی ختم کر دو۔ اور سویرے یہاں سے چلتے وقت باہر کا دروازہ بند کرتے جانا۔

خلیفہ : ٹھیک ہے۔ مگر یہ بچا ہوا شربت تمہیں میرے ہاتھ سے پینا پڑے گا۔

(ابوالحسن کی نظر بچا کر اس میں بے ہوشی کی دواملا دیتے ہیں جسے پیتے ہی ابوالحسن بے ہوش ہو جاتا ہے)

منظر - ۳

مقام : خلیفہ کا محل

(خلیفہ داخل ہوتے ہیں۔ پیچھے پیچھے غلام ابوالحسن کو کندھے پر لادے ہوئے آتا ہے)

خلیفہ : دیکھو! (ابوالحسن کی طرف اشارہ کر کے) اس جوان کو میں ایک دن کے لیے اپنی جگہ دے رہا ہوں۔ تمہارا فرض ہے کہ جس طرح مجھے سلاتے ہو، اسی طرح اسے سلاؤ۔ جس طرح مجھے سرکہ سنگھا کر جگاتے ہو، اسی طرح اسے بھی جگاؤ۔ جس طرح مجھے امیر المومنین کہہ کر پکارتے ہو، اسی طرح اسے بھی امیر المومنین کہہ کر پکارو۔ جعفر اور مسرور کو بلاؤ۔

(جعفر اور مسرور آ کر سلام کرتے ہیں)

خلیفہ : (سلام کا جواب دے کر) مسرور! ایک دن کے لیے میری جگہ یہ جوان تمہارا آقا ہے۔ جس طرح روز سویرے تم مجھے نماز کے لیے اٹھاتے ہو اسی طرح اس کو بھی اٹھانا اور جعفر! کل یہ آدمی میری جگہ تخت پر بیٹھے گا۔ جس طرح میرا حکم مانتے ہو، اسی طرح اس کا بھی حکم ماننا۔ جس کو یہ سزا دلوائے، اس کو فوراً سزا دینا اور جس کو یہ انعام دلوائے، اس کو فوراً انعام دینا۔ بس اب تم اس کو میرے کپڑے پہنا کر بستر پر لٹاؤ۔ میں صبح یہیں چھپ کر اس کے جاگنے کا تماشا دیکھوں گا۔

منظر - ۴

مقام : خلیفہ کی خواب گاہ

(ابوالحسن بڑے بے تکے پن سے خلیفہ کے بستر پر سو رہا ہے۔ دور سے مرغ کی آواز سنائی دیتی ہے۔ پھر کہیں قریب ہی سے اذان کی آواز آتی ہے۔ خدمت گار داخل ہوتے ہیں۔ مسرور ابوالحسن کو جگانے کے لیے کپاس کے پھاہے کو سر کے میں تر کر کے اس کی ناک کے قریب کرتا ہے۔ ابوالحسن زور سے چھینکتا ہے)

ابوالحسن : (آنکھیں بند ہیں) آخ... تھو۔ (ایک کنیر لپک کر سونے کا اُگلادان اس کے منہ کے آگے کر دیتی ہے) کیا مزے کی نیند آئی تھی۔ (رضائی کو اپنے اوپر کھینچنا چاہتا ہے لیکن اس کی نرمی محسوس کر کے آنکھیں کھول کر اسے غور سے دیکھتا ہے) کتنی عمدہ!... مگر یہ تو میری نہیں ہے۔ (سامنے کھڑی ہوئی کنیروں اور غلاموں پر نظر پڑتے ہی بوکھلا کر اٹھ بیٹھتا ہے۔ ایک ایک کنیر اور غلام کو باری باری گھور کر دیکھتا ہے۔ کچھ دیر تک بیٹھا رہتا ہے۔ آخر چہرے پر اطمینان کی جھلک آ جاتی ہے۔ بڑبڑاتا ہے) آہ، خواب! مگر کتنا حسین! (آنکھیں بند کر کے لیٹنے لگتا ہے۔ سامنے پردے کے پیچھے سے خلیفہ جھانکتے ہیں اور پھر ہٹ جاتے ہیں)

مسرور : (آگے بڑھ کر ابوالحسن کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے) امیر المومنین اُٹھیے، نماز کا وقت جا رہا ہے۔

ابوالحسن : ایں؟ امیر المومنین؟ یعنی خلیفہ؟ (دیدے نچاتا ہے) مگر بھلے ماٹس میرا نام ابوالحسن ہے۔

مسرور : (ہنستا ہے) حضور مذاق فرما رہے ہیں... اور ابوالحسن کون؟ حضور کی زبان سے پہلی مرتبہ یہ نام سن رہا ہوں!

ابوالحسن : (حیرت سے مسرور کو تکتا ہے) میں جاگ رہا ہوں کہ سو رہا ہوں؟

مسرور : امیر المومنین! کیا خدا خواستہ طبیعت کچھ ناساز ہے۔

ابوالحسن : (چونک کر آنکھیں کھول دیتا ہے) پیارے بھائی! ذرا غور سے دیکھو مجھے۔ کیا تم مجھ کو پہچانتے ہو؟

- مسرور : امیر المومنین! آج آپ کی زبان مبارک سے یہ غلام عجیب باتیں سن رہا ہے۔ آپ سارے مسلمانوں کے خلیفہ ہیں۔
- ابوالحسن : (پیٹ پکڑ کر زوردار قہقہہ لگاتا ہے) ہا ہا ہا ہا۔ ہم تمھاری باتوں سے خوش ہوئے۔ (اشارے سے ایک کنیز کو پاس بلاتا ہے)
- کنیز : (ادب سے جھکتی ہے) کنیز کے لیے کیا حکم ہے؟ امیر المومنین!
- ابوالحسن : (اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے) نیک بخت! لے ذرا میری انگلی میں کاٹ تو سہی۔ دیکھوں، جاگ رہا ہوں کہ سوتا ہوں۔
- (کنیز اس کی انگلی میں زور سے کاٹتی ہے۔ ابوالحسن تلملا کر) ارے مر گیا۔ کم بخت! بتا تو نے کس کی انگلی میں کاٹا؟
- کنیز : (ادب سے) امیر المومنین! میں نے آپ کے حکم سے آپ کی شان میں یہ گستاخی کی ہے۔ مجھے معاف کر دیجیے۔
- ابوالحسن : (بانچیس کھل جاتی ہیں) معاف کیا۔ بالکل معاف کیا۔
- (مسہری سے اُترتا ہے۔ مسرور اور سب مل کر ابوالحسن کو شاہی پوشاک پہناتے ہیں۔ پھر سب آہستہ آہستہ باہر جاتے ہیں)

منظر - ۵

مقام: خلیفہ کا دربار

- (تخت بچھا ہوا ہے۔ کئی امیر، سردار اور وزیر قیمتی پوشاکیں پہنے باادب کھڑے ہیں۔ ابوالحسن اور مسرور داخل ہوتے ہیں۔ ابوالحسن کے تخت پر بیٹھتے ہی ہر طرف سے مبارک سلامت کا شور اُٹھتا ہے۔ جعفر تخت کے سامنے آ کر جھکتا ہے)
- جعفر : خدا ہمیشہ امیر المومنین پر اپنی رحمتوں کا سایہ رکھے۔
- حاضرین : آمین، آمین
- ابوالحسن : (خوب اکڑ کر اور آواز کو بھاری بنا کر جعفر سے) ہم تمھاری وفاداری کی قدر کرتے ہیں۔ تمھیں اور کچھ عرض کرنا ہے؟
- جعفر : امیر المومنین کوئی حکم دینا چاہیں تو کوتوال کو حاضر کیا جائے۔
- ابوالحسن : بے شک۔ ہم کو دو بہت ضروری حکم صادر کرنے ہیں۔
- کوتوال : (آگے بڑھ کر) غلام حکم کا منتظر ہے۔
- ابوالحسن : کوتوال! سوداگروں کے محلے میں رہنے والے امیر اور اس کے چاروں ساتھیوں کے سر پر تم ابھی جا کر نازل ہو جاؤ۔
- پانچوں کی پٹھیں نگی کر کے ان پر کوڑے برسائے۔ سمجھ گئے؟
- کوتوال : اچھی طرح امیر المومنین!
- ابوالحسن : پھر ان کے چہروں پر سیاہی مل کر، اونٹوں پر سوار کر کے سارے شہر میں پھراؤ۔ ایک آدمی ان کے آگے آگے اعلان کرتا جائے کہ دیکھو لوگو! یہ انجام ہے ان کا جو اپنے محلے والوں کو تنگ کرتے ہیں۔
- کوتوال : غلام ابھی اس کا بندوبست کرتا ہے... اور... دوسرا حکم امیر المومنین؟
- ابوالحسن : دوسرا حکم یہ ہے کہ اسی محلے میں ابوالحسن نام کا ایک نوجوان رہتا ہے۔ اس کی ماں کو ایک ہزار اشرفیاں دی جائیں۔ بس جاؤ۔

(کوتوال جاتا ہے)

منظر - ۶

مقام: خلیفہ کا محل

(رات کے کھانے پر ہارون رشید کے محل میں ابوالحسن کے آگے دسترخوان پر بہترین قسم کے کھانے چنے ہوئے ہیں۔ ابوالحسن کبھی اس قاب پر ہاتھ مارتا ہے، کبھی اس پر)

ابوالحسن : (منہ میں بڑا سانوالہ ٹھونکتے ہوئے) واہ واہ! کیا لذیذ کھانا ہے۔ (سر اٹھا کر ایک ایک کنیز کو دیکھ کر) آؤ، آؤ، تم لوگ بھی میرے ساتھ کھاؤ۔ مجھے اکیلے کھانے میں مزہ نہیں آتا۔ (کنیزیں جھجکتی ہوئی دسترخوان پر بیٹھتی ہیں۔ ابوالحسن سب کی طشتریوں میں مٹھائی رکھتا ہے۔ پردے کے پیچھے سے خلیفہ جھانک رہے ہیں۔ کنیزیں ابوالحسن کے ہاتھ دھلاتی ہیں۔ کچھ کنیزیں اسے شربت پیش کرتی ہیں) واہ واہ! شربت کا کیا کہنا۔ ایک گلاس شربت اور پلا۔ (خلیفہ پیچھے سے اشارہ کرتے ہیں۔ کنیز گلاس میں چپکے سے بے ہوشی کی دوا ملا دیتی ہے۔ ابوالحسن اس گلاس کا شربت پی کر بے ہوش ہو جاتا ہے)

خلیفہ : (سامنے آ کر) کافور! اس کا لباس اُتار کر اس کے پرانے کپڑے پہنا دو۔ اور اسے اس کے مکان میں ڈال آؤ۔ مکان کا دروازہ کھلا چھوڑ دینا۔ اس کی بڑی خواہش تھی کہ اس کے محلے کے امیر اور اس کے چاروں ساتھیوں کو ان کے کروتوتوں کی سزا ملے۔ میں نے اس کی خواہش اسی کے ہاتھوں پوری کرادی۔

منظر - ۷

مقام: ابوالحسن کا مکان

(ابوالحسن اپنے بستر پر پڑا سو رہا ہے۔ مرغ کی بانگ سن کر وہ ہڑبڑا کر کوٹ بدلتا ہے)

ابوالحسن : (آنکھیں بند ہیں۔ نیند میں ڈوبی ہوئی آواز میں) اوں... ہونہہ... کہاں مر گئے سب کے سب... مسرور... جعفر...!

(ابوالحسن کی ماں گھبرائی ہوئی داخل ہوتی ہے)

ماں : (ابوالحسن کا شانہ ہلا کر) کیا ہے بیٹا؟ یہ کن لوگوں کو پکار رہے ہو؟

ابوالحسن : (چونک کر ماں کو گھوڑنے لگتا ہے) تم کون ہو بڑی بی؟

ماں : (حیرت سے) اوئی بیٹا...؟ اپنی اماں کو نہیں پہچانتے؟

ابوالحسن : (تیوریاں چڑھا کر) کیا بکتی ہے بڑھیا؟ ہم امیر المومنین ہیں۔ زبان سنبھال کر بات کر!

ماں : ابوالحسن! تو کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے؟

ابوالحسن : تو مجھے نہیں جانتی۔ تو اب جان لے کہ میں خلیفہ، امیر المومنین، تمام مسلمانوں کی جان و مال کا مالک ہوں۔

ماں : (آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتی ہے) یا الہی، خیر ہو۔ کیا میرے بیٹے کے اندر کوئی جن سما گیا ہے۔ (ابوالحسن سے)

بہت پیار کے ساتھ) میرے لعل! یہ تجھے کیا ہو گیا؟ دیکھ میں تیری ماں ہوں۔ تو میرا بیٹا ابوالحسن ہے۔

ابوالحسن : (پریشان نظروں سے چاروں طرف دیکھتا ہے) نہیں۔ (آنکھیں بند کر کے سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ کچھ دیر بعد آنکھیں کھولتا ہے) ہاں

اماں، تم ٹھیک کہتی ہو۔ یہ میرا ہی مکان ہے اور میں ابوالحسن ہوں... مگر... سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ شاہی محل میرے دماغ

میں کیوں کر سما گیا!

ماں : (خوش ہو کر بلائیں لیتی ہے) اے میں قربان۔ کبھی کبھی آدمی ایسے بھی خواب دیکھنے لگتا ہے۔

ابوالحسن : خواب؟ ہاں ہو سکتا ہے یہ خواب ہی ہو۔ میں نے دیکھا کہ میں خلیفہ ہوں۔ میری خدمت کے لیے کنیریں اور غلام ہیں۔ (ہاتھ سے ماتھا رگڑتا ہے) ... مجھے خود یقین نہیں آتا تھا۔ تب میں نے ایک کنیر سے کہا۔ ذرا میری انگلی میں کاٹ ... (ایک دم اپنی انگلی ہاتھ سے پکڑ کر چلانے لگتا ہے) ... نہیں نہیں ... یہ خواب نہیں ہو سکتا ... ہٹو، مجھے جانے دو، میرے دربار کا وقت ہو گیا ہے۔ (اٹھنے لگتا ہے)

ماں : (ابوالحسن کے دونوں ہاتھ پکڑ کر) بیٹا، خدا کے لیے ... ہوش کی باتیں کر۔ یہ کیا بک رہا ہے؟ کہیں خلیفہ کو خبر ہوگئی تو تیرا بھی وہی حال ہوگا جو ہمارے محلے کے امیر اور اس کے ساتھیوں کا ہوا ...!

ابوالحسن : (امیر کے ذکر پر چونکا ہوا) کیوں، کیوں؟ انہیں کیا ہوا؟

ماں : اے ہونا کیا تھا! جب ان کی بد معاشیاں حد سے بڑھیں تو کل کو تو ال نے خلیفہ کے حکم سے سب کو خوب کوڑے لگوائے۔ پھر ان کے منہ پر کا لک پوت کراونٹ پر اُلٹا سوار کیا اور سارے شہر میں گھمایا۔ مجھے ڈر ہے خدا نخواستہ تیری بھی یہی گت ...

ابوالحسن : (اُچھل کر) میں نے کیا کہا تھا۔ کیوں بڑی بی۔ اب بھی تجھے یقین نہیں آیا؟ کان کھول کر سن لے کہ وہ میں ہی تھا جس نے امیر کو سزا دینے کا حکم دیا تھا اور تو ہے کہ اتنی دیر سے مجھے معلوم نہیں کیا سکھا پڑھا رہی ہے!

ماں : (رونے لگتی ہے) اللہ! یہ میرے بچے کو کیا ہو گیا!

ابوالحسن : (شاہی لہجے میں) سچ سچ بتا کہ میں تیرا کون ہوں؟

ماں : (آنسو پونچھ کر ابوالحسن کی بلائیں لینے لگتی ہے) تو! تو میرا لعل ابوالحسن ہے۔ تجھے میں نے اپنی گود میں کھلایا ہے۔ آج نہ جانے کیوں تو خود کو امیر المومنین کہے جا رہا ہے۔ امیر المومنین تو ہم اپنے خلیفہ ہارون رشید کو کہتے ہیں، تو بھلا ایسے بادشاہ کی برابری کیا کر سکتا ہے جو اپنی رعایا کو بے مانگے ہزار ہزار اشرفیاں بانٹ دیتا ہے۔

ابوالحسن : (اشرفیوں کے ذکر پر چونکتا ہے) اشرفیاں! کیسی اشرفیاں؟

ماں : ابھی کل جس وقت اُس امیر اور اس کے گرگوں کو مار پڑ رہی تھی، کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دروازہ جو کھولا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک غلام کھڑا ہے۔ پوچھنے لگا، ”ابوالحسن کی ماں تم ہی ہو؟“ میں نے کہا، ”ہاں۔“ بس یہ سنتے ہی اس نے ایک تھیلی میری طرف بڑھائی اور بولا، ”لو بڑی امناں، اس میں پوری ایک ہزار اشرفیاں ہیں اور یہ تم پر خلیفہ کی عنایت ہے۔“

ابوالحسن : (زور سے ہنستا ہے) کیوں! اب بول، کیا کہتی ہے۔ (چھاتی ٹھونک کر) وہ اشرفیاں میں نے بھجوائی تھیں۔ (اٹھ کر چلے لگتا ہے۔ ابوالحسن کی ماں دونوں ہاتھوں سے اس کی کمر پکڑ لیتی ہے)

- ماں : (چچ کر) ارے کہاں جاتا ہے۔ کیا تجھے اسی دن کے لیے بڑا کیا تھا؟
- (تین پڑوسی دوڑتے ہوئے اندر آتے ہیں اور ماں کو اس سے چھڑاتے ہیں)
- پہلا پڑوسی : ہائیں ابو الحسن! تجھے اپنی ماں سے جھگڑتے شرم نہیں آتی۔
- ابو الحسن : (غصے میں) میں نہیں جانتا ابو الحسن کس گدھے کا نام ہے اور اس کی ماں کون ہے۔
- دوسرا پڑوسی : یہ تیرا گھر نہیں تو اور کس کا ہے؟ اور یہ بوڑھی خاتون تیری نہیں تو کیا ہماری ماں ہے؟
- ابو الحسن : بکو اس مت کر گستاخ آدی۔ یہ میری کچھ نہیں لگتی۔ نہ یہ گھر میرا ہے۔ سن لو کہ میں امیر المومنین ہوں۔ تم سب کا بادشاہ!
- ماں : ہائے اللہ! صبح سے یہی رٹ لگی ہوئی ہے کہ میں امیر المومنین ہوں۔ (رونے لگتی ہے)
- تیسرا پڑوسی : میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ پاگل ہو گیا ہے۔
- ابو الحسن : کیا! تیری یہ ہمت کہ مجھے پاگل کہے! کھڑا تو رہ۔ (بڑھ کر لاٹھی اٹھا لیتا ہے۔ تینوں پڑوسی ڈر کے مارے پیچھے ہٹ جاتے ہیں)
- دوسرا پڑوسی : پاگل؟ ارے باپ رے۔ بچاؤ۔ داروغہ صاحب! داروغہ صاحب (پکارتا ہوا دروازے سے باہر گردن نکالتا ہے) داروغہ صاحب! جلدی آئیے۔ یہاں ایک پاگل ہے۔
- (داروغہ اندر داخل ہوتا ہے)
- داروغہ : (بھاری آواز میں) یہ کیا بلوا مچا رکھا ہے؟
- پہلا پڑوسی : داروغہ صاحب! ذرا اس کو دیکھیے۔ بیٹھے بٹھائے اپنے آپ کو امیر المومنین کہنے لگا ہے۔
- تیسرا پڑوسی : صاحب یہ پاگل ہو گیا ہے۔ اس کو جلدی ہی بند نہیں کیا گیا تو محلے والوں کے لیے سخت خطرہ ہے۔
- داروغہ : (ابو الحسن سے) کیوں بے۔ ابھی کل اُس امیر کا حشر دیکھ چکا ہے۔ اس کے بعد بھی ہوش ٹھکانے نہیں آئے؟
- ابو الحسن : (دانت پیس کر) نمک حرام۔ تری یہ مجال کہ اپنے خلیفہ سے اے تے کرے۔ ٹھہر تو سہی!...
- داروغہ : لینا تو اسے (تینوں پڑوسی ابو الحسن کو مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں۔ داروغہ کوڑا نکال کر ابو الحسن کو مارتا ہے۔ اُس کی ماں پھر رونے لگتی ہے)
- ماں : خدا کے لیے اسے نہ مارو۔ یہ پاگل نہیں ہوا ہے۔ اس کو شیطان نے بہکا دیا ہے۔ پرسوں رات وہ ایک سوداگر کے بھیس میں آیا تھا۔
- ابو الحسن : اپنی چونچ بند رکھ بڑھیا! آج ہم دربار میں اس داروغہ کو ایسی سزا دیں گے کہ لوگ اُس امیر کی درگت بھول جائیں گے۔
- داروغہ : (بھنویں چڑھا کر) آج.... چھا (ابو الحسن کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر دروازے کی طرف چلتا ہے)
- ماں : کہاں لیے جا رہے ہو میرے بچے کو۔ خدا کے واسطے اسے چھوڑ دو۔ اس پر کسی جن کا سایہ ہو گیا ہے۔

منظر - ۸

مقام: قید خانہ

- (ابوالحسن بری حالت میں لوہے کے ایک پنجرے میں بند ہے۔ ابوالحسن کی ماں داخل ہوتی ہے)
- ماں : (پنجرے کے قریب جا کر روتی ہوئی) میرے لعل۔ میں تجھ پر قربان۔ پندرہ دن سے پنجرے میں بند ہے۔
- ابوالحسن : (ماں کے ہاتھ پکڑ کر) ہائے میری اماں۔ (چینیں مار مار کر روتا ہے) مجھے یہاں سے نکلواؤ اماں۔ روز مجھے کوڑے مارتے ہیں۔ مجھے 'امیر المومنین' کہتے ہیں۔ نہیں اماں۔ میں امیر المومنین نہیں بننا چاہتا۔
- ماں : (خوش ہو کر) پھر تو اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے؟
- ابوالحسن : (آنسو پونچھ کر) میں تمہارا بیٹا ہوں... ابوالحسن!
- ماں : ہائے... تجھے پہلے یہ بات کیوں نہ سوجھی؟ ناحق اپنی دُرگت بنوائی اور مجھے بھی ہلکان کیا۔
- ابوالحسن : (اپنا ماتھا رگڑتا ہے) سمجھ میں نہیں آتا اماں۔ وہ سب مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کنیزیں تھیں، غلام تھے، دربار لگا تھا۔ کیا یہ صرف خواب تھا؟
- ماں : میں تو جانتی ہوں، یہ سب اسی سوداگر کی کارستانی ہے۔ وہ مویشیطان تھا جس نے تجھے بہکا دیا۔
- ابوالحسن : ہاں ہاں، ضرور یہی بات تھی! مگر اماں مجھ کو یہاں سے چھٹکارا دلاؤ، نہیں تو میں مَر جاؤں گا۔
- ماں : (ابوالحسن کی بلائیں لیتی ہوئی) اے، خدا نہ کرے، خدا نہ کرے۔
- (داروغہ داخل ہوتا ہے)
- داروغہ : بڑی بی جاؤ بس۔ اب کل آنا۔
- ماں : داروغہ صاحب! میرا بیٹا ٹھیک ہو گیا ہے۔ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ اب وہ اپنے کو ابوالحسن کہتا ہے۔ پوچھ کر دیکھ لیجیے۔
- داروغہ : (ابوالحسن سے) کیوں جناب۔ اب تو آپ کے دماغ کے کیڑے جھڑ گئے؟
- ابوالحسن : جی بالکل۔ بالکل۔ اور اگر جلدی ہی مجھے چھوڑا نہ گیا تو سر کے بال بھی جھڑ جائیں گے۔
- داروغہ : خوب! کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟
- ابوالحسن : جی، خاکسار کو ابوالحسن کہتے ہیں۔
- داروغہ : (تعجب کے لہجے میں) بھئی واہ! اور یہ بڑی بی جو کھڑی ہیں، یہ کون ہیں؟
- ابوالحسن : یہ میری والدہ محترمہ ہیں جنہوں نے مجھے بچپن سے.....
- داروغہ : (بات کاٹ کر) بس بس! تو گویا اب تم بالکل ٹھیک ہو! (کہتے ہوئے پنجرے کا قفل کھول دیتا ہے۔ ابوالحسن باہر نکل کر ماں کے گلے لگ جاتا ہے)
- ماں : (ابوالحسن کو تھپکتے ہوئے) خدا آپ کو سلامت رکھے داروغہ صاحب!
- داروغہ : مگر دیکھو ابوالحسن، تمہارے سر پر یہ بھوت پھر نہ سوار ہونے پائے...
- (ماں بیٹا چلے جاتے ہیں)

منظر - ۹

مقام: بغداد کا پل

(قید سے چھوٹ کر ابوالحسن پھر پہلے کی طرح روز ایک مہمان کو اپنے گھر لے جا کر اس کی دعوت کرتا ہے۔ اس وقت بھی وہ پل پر بیٹھا کسی مسافر کا انتظار کر رہا ہے)

ابوالحسن : (اپنے آپ سے) ارے بھئی کوئی اللہ کا بندہ ادھر بھی آ نکلے۔ کیا آج کوئی نہیں آئے گا۔ (ہاتھ سے آنکھوں پر چھبنا کر داہنی طرف دیکھتا ہے) اوہو ہو۔ کوئی آ رہا ہے۔ کہیں باہر ہی کا معلوم ہوتا ہے۔ (اور ذرا غور سے دیکھتا ہے) پیچھے پیچھے ایک دُم چھلا بھی لگا ہوا ہے... اس کا غلام ہے شاید... اررر... ارے باپ...!! (بوکھلا جاتا ہے) یہ... یہ تو وہی موصل کا سوداگر ہے!! کم بخت پھر ادھر آٹپکا! خدا بچائے اس منحوس سے۔

سوداگر : (قریب آ کر) بھائی ابوالحسن۔ السلام علیکم۔ مجھے پہچانا؟

ابوالحسن : (منہ پھیرے پھیرے) جاؤ میاں، اپنا رستہ ناپو۔ میں تمہیں نہیں پہچانتا۔

سوداگر : ہائیں!! اتنی جلدی بھول گئے مجھے۔ تم نے اپنے مکان پر میری دعوت کی تھی۔ واہ! کیا لذیذ کھانا کھلایا تھا۔

ابوالحسن : کی ہوگی دعوت۔ روز ہی کسی نہ کسی کی دعوت کرتا ہوں۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ایک ایک کی صورت بھی یاد رکھتا پھروں۔

سوداگر : یہ بے مروتی! آخر تمہیں مجھ سے کیا تکلیف پہنچی کہ اتنے ناراض ہو؟

ابوالحسن : کچھ نہیں، آپ تو بڑے بھولے بھالے ہیں۔ بس اتنا احسان کرو کہ میرے پاس سے چلے جاؤ۔

سوداگر : (ابوالحسن کے گلے لگ کر) یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ میں بھلا تمہارے ایسے دوست کو چھوڑ دوں؟ مگر آخر ہوا کیا؟ کیوں مجھ سے اس قدر خفا ہو!!

ابوالحسن : اب پوچھتے ہو تو بتائے دیتا ہوں۔ ہوا یہ کہ میں نے جب تمہاری دعوت کی تھی تو کہہ دیا تھا کہ باہر کا دروازہ بند کرتے جانا۔ مگر تم نے میری بات نہ مانی...

سوداگر : ہاں یہ تو سچ ہے! واقعی مجھے خیال نہیں رہا تھا۔

ابوالحسن : اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دروازہ کھلا پا کر شیطان اندر گھس آیا۔ اور اس نے میرے دماغ میں یہ خیال ڈال دیا کہ میں خلیفہ ہو گیا ہوں۔

سوداگر : (تعجب سے) اوہو! تو پھر؟

ابوالحسن : پھر یہ کہ میں نے اسی خیال میں اپنی ماں کو ڈانٹا۔ خدا مجھے معاف کرے۔ اپنے پڑوسیوں پر لٹھ لے کر دوڑا۔ انھوں نے مجھے پاگل جان کر داروغہ کو بلایا اور قید کروا دیا۔ وہ روز شام کو میری پیٹھ پر کوڑے لگواتا اور پوچھتا تھا ”اور کوئی خدمت امیر المومنین؟“... اگر تمہیں یقین نہ آتا ہو تو یہ دیکھو کوڑوں کے نشان۔ (پیٹھ کھول کر خلیفہ کو نشان دکھاتا ہے)

سوداگر : (افسوس کرتے ہوئے) آہ! مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے دوست پر یہ مصیبت ٹوٹی ہے۔

- ابوالحسن : صرف تمھاری وجہ سے!
- سوداگر : اچھا خیر جو ہوا سو ہوا۔ میرا قصور معاف کر دو۔ اس بار تو موصل سے آیا ہی اس لیے ہوں کہ ایک دفعہ اور تمھارے ساتھ کھانے پینے کا لطف اٹھاؤں۔
- ابوالحسن : نہیں نہیں، مجھے معاف ہی رکھو۔ اب میں نے قاعدہ بنا لیا ہے کہ ایک مرتبہ سے زیادہ کسی کو اپنے گھر نہیں لے جاؤں گا۔
- سوداگر : نہیں دوست، مجھے ٹالنے کی کوشش نہ کرو۔
- ابوالحسن : (کچھ دیر سوچنے کے بعد) خیر، اب تمھاری بات کیا ٹالوں۔ چلو۔ مگر ایک وعدہ ابھی سے کر لو۔
- سوداگر : وہ کیا؟
- ابوالحسن : کہ اب کی بار جاتے وقت باہر کا دروازہ بند کرنا نہ بھولو گے۔
- سوداگر : ٹھیک ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔

منظر - ۱۰

مقام : خلیفہ کا محل

- (خلیفہ محل میں داخل ہوتے ہیں۔ ان کے پیچھے کافور ابوالحسن کو اپنے کندھے پر لادے ہوئے داخل ہوتا ہے۔ سب لوگ خلیفہ کو سلام کرتے ہیں۔ خلیفہ سلام کا جواب دے کر مسرور کو آواز دیتے ہیں)
- مسرور : (آگے بڑھ کر) امیر المومنین!
- خلیفہ : اس بے چارے کو میری وجہ سے بہت تکلیفیں اٹھانا پڑی ہیں۔ آج پھر میں اس سے ملا۔ اس کے گھر جا کر دعوت کھائی اور بے ہوش کر کے اسے اپنے ساتھ اٹھوا لایا۔ آج بھی یہ میری جگہ سوئے گا... اور کل سویرے یہ ابوالحسن نہیں ہوگا۔
- مسرور : میں سمجھ گیا امیر المومنین۔
- خلیفہ : اور اب میں اسے اتنا انعام دوں گا کہ یہ اپنی تمام پچھلی تکلیفیں بھول جائے گا... اس کو میرا لباس پہنا کر بستر پر لٹا دو۔
- (مسرور حکم کی تعمیل کرتا ہے)

منظر - ۱۱

مقام : محل میں سونے کا کمرہ

- (ابوالحسن خلیفہ کے بستر پر پڑا سو رہا ہے۔ سب خدمت گار اپنے اپنے سامان کے ساتھ تیار کھڑے ہیں۔ خلیفہ پردے کے پیچھے سے یہ منظر دیکھ رہے ہیں۔ مسرور ابوالحسن کو پہلے کی طرح جگاتا ہے)
- مسرور : (ابوالحسن کے شانے پر ہاتھ رکھ کر) امیر المومنین!
- ابوالحسن : نہیں نہیں! میں ابوالحسن ہوں۔ میں یہ خواب دیکھنا نہیں چاہتا۔ (بیٹھ کر آنکھیں کھول دیتا ہے) ایں... آنکھیں کھولنے پر بھی...!! (بے تحاشا بستر پر کھڑا ہو کر چلاتا ہے) اوسوداگر کے بچے...! تو نے پھر دروازہ کھلا چھوڑ دیا...!!

- مسرور :** (بڑی گھبراہٹ ظاہر کرتا ہے) امیر المومنین، امیر المومنین، خیر تو ہے؟
- ابوالحسن :** کیا بک رہا ہے ملعون! میں ابوالحسن ہوں۔
- مسرور :** امیر المومنین! یہ ابوالحسن کون ہے؟ کل بھی حضور نے اسی کا نام لیا تھا اور اپنے کو امیر المومنین ماننے سے انکار کر دیا تھا!
- پھر بعد میں اسی ابوالحسن کی ماں کو اشرفیاں بھجوائی تھیں۔
- ابوالحسن :** (حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر) کل... یہ کل کی بات ہے؟ اس بھیا نک خواب کو دو مہینے ہو رہے ہیں۔
- مسرور :** معلوم ہوتا ہے امیر المومنین نے پھر کوئی خواب دیکھا ہے اور خواب میں پھر وہی مردود ابوالحسن!
- ابوالحسن :** (غصے میں تیوریاں چڑھا کر) کیا کہا؟ میں مردود ہوں؟
- مسرور :** (دونوں ہاتھوں سے اپنے کان پکڑ کر) تو بہ تو بہ! میری یہ مجال! میں تو ابوالحسن کی بات کر رہا تھا اس لیے کہ کل بھی سویرے اُٹھ کر حضور نے اسی کا نام لیا تھا اور آج بھی...
- ابوالحسن :** اُف! (دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیتا ہے) کل اور آج! کل اور آج!! میں کہتا ہوں بچے میں سے وہ دن کہاں غائب ہو گئے جب میں طوطے کی طرح پنجرے میں بند تھا اور پیٹھ پر کوڑے کھا کر بھینسے کی طرح ڈکراتا تھا!
- مسرور :** خدا ایسا خواب امیر المومنین کو پھر نہ دکھائے!
- ابوالحسن :** خواب؟ ارے میری پیٹھ پر کوڑوں کے نشان ابھی تک موجود ہیں۔ لے تو خود دیکھ لے (پیٹھ پر سے لباس ہٹاتا ہے)
- مسرور :** (جھک کر اس کی پیٹھ دیکھتا ہے) کہیں بھی نہیں حضور، آپ کی پیٹھ تو آئینے کی طرح صاف ہے۔
- ابوالحسن :** ایں! آئینے کی طرح! (چلاتا ہے) خدا مجھے شیطان سے بچائے! پھر وہ ساری مصیبتیں جو مجھ پر گزریں؟ کیا وہ خواب تھا! (خوش ہو کر) ہاں یہی ٹھیک ہے۔ (آواز کو رعب دار بناتے ہوئے) تو ہم امیر المومنین ہیں۔
- داروغہ :** (پردے کے پیچھے سے) امیر المومنین! اب آپ کا یہ غلام آپ کی خدمت کے لیے تیار ہے، بسم اللہ! (کوڑا چلنے کی آواز آتی ہے)
- ابوالحسن :** (سہم کر) نہیں، میں امیر المومنین نہیں ہوں (مسرور سے) تم نے یہ آواز سنی؟
- مسرور :** خواب میں سنی ہوئی آوازیں ابھی تک حضور کے کان میں گونج رہی ہیں۔
- ابوالحسن :** آہ! (لیٹ جاتا ہے) سمجھ میں نہیں آتا کہ اُسے خواب سمجھو یا اسے.... (اُٹھ کر کنیر کو آواز دیتا ہے) کنیر! لے بھلا میری اُنکلی میں کاٹ تو سہی، خوب زور سے! (اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے)
- کنیر :** میری ہمت نہیں پڑتی، امیر المومنین۔
- ابوالحسن :** بس یہ آخری امتحان ہے۔ اگر تکلیف سے میری آنکھ کھل گئی تو ابوالحسن ورنہ امیر المومنین۔
- کنیر :** (پردے کی طرف دیکھتی ہے۔ خلیفہ پردے کے پیچھے سے اسے اشارہ کرتے ہیں) میری خطا معاف فرمائیں، امیر المومنین۔
- (ابوالحسن کی اُنکلی میں کاٹتی ہے)

- ابوالحسن : (بلبل کر بستر پر سے کود پڑتا ہے) ہائے مار ڈالا!
- خلیفہ : (خلیفہ ابوالحسن کو ناچتا دیکھ کر ہنستے ہوئے پردے سے باہر نکل آتے ہیں)
- خلیفہ : (ہنسی روکنے کی کوشش کرتے ہوئے) ابوالحسن خدا کے لیے بس کر۔ کیا ہنساتے ہنساتے مار ہی ڈالے گا؟ (ابوالحسن چونک کر خلیفہ کو گھورنے لگتا ہے)
- ابوالحسن : (پہچان کر) مو.... صل کا سوداگر!
- خلیفہ : (مسکراتے ہوئے) نہیں!
- ابوالحسن : پھر....؟
- مسرور : امیر المومنین ہارون رشید۔
- ابوالحسن : کیا؟ (دیر تک حیران کھڑا رہتا ہے پھر ایک دم جھک کر سلام کرتے ہوئے) مگر غلام کی سمجھ میں نہیں آیا کہ حضور نے میرے ساتھ کیوں یہ مذاق فرمایا۔
- خلیفہ : اس لیے کہ اس امیر اور اس کے ساتھیوں کو تمہارے ہی ہاتھوں سزا دلوا دوں۔ میں سمجھا تھا کہ اپنے گھر میں آنکھ کھلنے پر تم اس واقعے کو خواب سمجھ کر بھول بھال جاؤ گے۔
- ابوالحسن : سبحان اللہ! تو گویا اس معاملے میں ساری خطا میری ہی تھی...؟ خیر، مگر اب میری ایک درخواست ہے۔
- خلیفہ : وہ کیا؟
- ابوالحسن : کہ مجھے کبھی کبھی حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملتا رہے۔
- خلیفہ : جعفر! آج سے ہم نے ابوالحسن کو اپنا خاص مصاحب مقرر کیا۔ اس کو ایک مکان دیا جائے، ماہانہ تنخواہ مقرر کی جائے اور اب تک جتنے کوڑے اس نے کھائے ہیں، اتنی ہی اشرفیاں اسے انعام میں دی جائیں۔
- ابوالحسن : (جھک کر سلام کرتا ہے) خدا امیر المومنین کو ہزاروں برس سلامت رکھے... مگر... کہیں یہ بھی حضور کا مذاق تو نہیں؟
- خلیفہ : (ہنستے ہوئے) نہیں... وہ خلیفہ کا مذاق تھا اور یہ خلیفہ کا حکم ہے۔
- ابوالحسن : ڈر رہا ہوں کہ کہیں ابھی تک خواب ہی نہ دیکھ رہا ہوں۔
- کنیز : یقین نہ آتا ہو تو لاؤ ایک مرتبہ پھر تمہاری انگلی میں کاٹ کھاؤں؟
- خلیفہ : (ہنسنے لگتے ہیں) ہاں ہاں، یہ ٹھیک ہے۔
- ابوالحسن : (گھبرا کر پیچھے ہٹ جاتا ہے) نہیں بابا! مجھے بالکل یقین آ گیا۔
- (سب ہنسنے لگتے ہیں۔ پردہ گرتا ہے)

* اضافی مطالعے کے ڈرامے پر دی ہوئی سرگرمیوں کو ہدایات کے مطابق مکمل کیجیے۔

(iv) ڈرامے سے اپنے کسی پسندیدہ کردار پر روشنی ڈالیں۔
(v) سندباد، علی بابا اور الہ دین کے قصے بھی 'الف لیلہ' کی داستان میں شامل ہیں، انہیں تلاش کر کے پڑھیے۔

* دیے ہوئے حروف کے نمبروں کے مطابق ذیل کے جوابی نمبروں سے صحیح ترتیب نقل کر کے بننے والا لفظ لکھیے۔

(i) 'افردہ/مرجھایا ہوا' کے مفہوم والا لفظ:
حروف کے نمبر: پ ۱ د ۲ ر ۳ م ۴ ہ ۵
6 5 4 3 2 1
(i) 1 4 5 3 2 6 (ii) 1 2 5 4 6 3
(iii) 1 5 4 3 2 6

(ii) 'جھگڑا/تنازع' کے معنی والا لفظ ترتیب پاتا ہو۔
حروف کے نمبر: ض ۱ ق ۲ ہ ۳ ی ۴
4 3 2 1
(i) 2 3 1 4 (ii) 2 4 3 1
(iii) 2 1 4 3

۱۔ ڈرامے میں بیان کردہ مقامات کے نام لکھیے۔
۲۔ ڈرامے کے اہم کرداروں کے نام اور ان کی شناخت لکھیے۔
۳۔ دعوت قبول کرنے والوں کے لیے ابوالحسن کی شرط لکھیے۔
۴۔ خلیفہ کے موصل کے سوداگر کا بھیس بدلنے کی وجہ لکھیے۔
۵۔ ابوالحسن کو ایک دن کا خلیفہ بنائے جانے کا سبب لکھیے۔

* ذیل کی سرگرمیوں کو وضاحت کے ساتھ مکمل کیجیے:

(i) ابوالحسن کے قید خانہ جانے کے واقعے کو مختصراً بیان کیجیے۔
(ii) ابوالحسن کے دوستوں اور دوستی کے نظریے سے متعلق اپنی رائے تحریر کیجیے۔
(iii) "وہ خلیفہ کا مذاق تھا اور یہ خلیفہ کا حکم ہے" سبق کے حوالے سے اس بیان کو واضح کیجیے۔

خدا بخش اور نیشنل پبلک لائبریری، پٹنہ

اضافی معلومات

معروف مؤرخ سر جادو ناتھ سرکار کے مطابق ہندوستان میں فنون لطیفہ کو انگریزی عہد حکومت میں حیاتِ ثانی دینے والے وائسرائے لارڈ کرزن نے ۱۹۰۳ء میں جب خدا بخش اور نیشنل پبلک لائبریری کے ذخائر دیکھے تو ان کی زبان پر فارسی کا یہ مشہور شعر تھا، "اگر فردوس بروئے زمین است - ہمیں است ہمیں است و ہمیں است"۔ جادو ناتھ سرکار ہی نے یہ بھی لکھا ہے کہ "وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے (خدا بخش کے) تحفے کی قدر و قیمت اور ہماری قوم کی ترقی میں اس کی اہمیت بڑھتی جائے گی۔ جب یہ عبارت لکھی جا رہی تھی تو کتب خانے میں مخطوطات کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ آج یہ تعداد اٹھارہ ہزار سے بھی آگے بڑھ چکی ہے۔ دنیا بھر میں اپنے نادر و کمیاب عربی و فارسی مخطوطات کے اس کتب خانے کے قیام کا سہرا ایک فرمانبردار بیٹے کی اپنے باپ کی آخری خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ ۱۸۷۶ء میں مولوی محمد بخش نے انتقال کے وقت خدا بخش کو اپنے جمع کیے ہوئے ۱۴۰۰ مخطوطات دیتے ہوئے وصیت کی کہ ان مخطوطات سے ایک عام کتب خانہ قائم کر دیا جائے۔ کتب خانے کی تاریخ میں ۱۸۷۶ء بہت مبارک سال تھا کہ اسی سال امریکہ میں کارکنانِ کتب خانہ کی انجمن قائم ہوئی، اسی سال ڈیوی درجہ بندی ضابطے کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا اور چند ماہ بعد ہی انگلینڈ میں بھی ایک لائبریری انجمن قائم کی گئی۔ خدا بخش صاحب پٹنہ کے کامیاب وکلاء میں سے تھے۔ وہ چند برس کے لیے حیدرآباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بھی بنائے گئے تھے۔ ان کی سماجی خدمات کی بدولت انگریز حکومت نے انہیں 'خان بہادر' کا خطاب دیا تھا۔ ایک مصروف زندگی گزارنے کے باوجود وہ اپنے والد کی وصیت کی تکمیل سے غافل نہیں رہے۔ کتب خانے کے لیے پٹنہ کے باقی پور علاقے میں ایک خوب صورت عمارت تعمیر کرائی جس میں ۱۸۹۱ء میں بنگال کی لیفٹیننٹ گورنر کے ہاتھوں کتب خانے کا افتتاح ہوا۔ کتب خانے میں ۲۱,۱۳۶ مخطوطات اور ڈھائی لاکھ مطبوعات ہیں۔



خط نویسی

خط لکھنا ایک فن ہے۔ خط میں اپنے خیالات و احساسات کو مختصر اور جامع انداز میں تحریر کیا جاتا ہے۔ ماضی قریب میں خط کو بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ سابقہ جماعتوں میں آپ زبان و ادب کے مشہور افراد کے خطوط کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ ایک وقت تھا جب ہم اپنے متعلقین کو پابندی سے خط لکھا کرتے تھے لیکن ٹیلی فون، موبائل، ای میل اور رابطے کے دیگر جدید ترین وسائل کے مروج ہو جانے کی وجہ سے خطوط کا لکھنا کم ہوتا جا رہا ہے لیکن خط کے ذریعے تبادلہ خیالات میں کمی آ جانے کے باوجود اس کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ خط کی دو قسمیں ہیں۔

غیر رسمی خط

رشتہ داروں، دوستوں وغیرہ کو لکھا جانے والا خط

رسمی خط

عریضہ، درخواست، کاروباری خط

موجودہ دور میں خط لکھنے کے لیے ای میل اور دیگر تکنیکی وسائل کا استعمال بڑھ گیا ہے۔ مستقبل میں ان وسائل کا بہت زیادہ استعمال ہوگا اس لیے تکنیک کے پیش نظر خط نویسی کے اس طریقے کو متعارف کیا جا رہا ہے۔

غیر رسمی خط	رسمی خط
تاریخ	تاریخ
القاب و آداب	مکتوب الیہ کا نام، عہدہ
احوال کا اظہار اور خیریت پُرسی	رابطے کا پتہ
آپسی معاملات کا اظہار	القاب
رشتے اور تعلق کے لحاظ سے جملے	مقصد
اختتامی کلمات	خط کا مضمون: تمہید، موضوع کی مختصر تفصیل، تجویز
مکتوب نگار کے دستخط	مکتوب نگار کے دستخط
نام اور پتا	نام اور پتا
	انسلاکات: اگر خط/عریضے کے ساتھ کوئی دستاویزی کاغذ
	منسلک کیا جا رہا ہے تو اس کا تذکرہ۔

جانچ کے نکات: پانچ نمبرات پر مشتمل اس تحریری سرگرمی کی قدر پیمائی کے لیے خط، خط کا خاکہ، مقصد، القاب، نفس مضمون اور پیشکش کے پیش نظر نمبرات دیے جائیں۔ نفس مضمون پر خاص توجہ دی جائے۔

نمونہ سرگرمی برائے خط نویسی

دیے گئے 'کل مہاراشٹر مقابلہ دینیات سلسلہ نمبر ۳' سے متعلق اعلامیے کو بغور پڑھیے اور ہدایت کے مطابق سرگرمی کو مکمل کیجیے۔

اُردو پروگریسیو ٹیچرس ایجوکیشنل کلچرل سوسائٹی (UPTECS)
کے زیرِ اہتمام

کل مہاراشٹر مقابلہ دینیات سلسلہ نمبر ۳

مقام: اے۔ آر۔ ایم ملٹی پریز ہال، ناندگاؤں

بروز پیر اور منگل، یکم اور ۲ جنوری ۲۰۱۸ء



انعامات: اول : شیلڈ + 2500 روپے نقد + سرٹیفکیٹ

دوم : کپ + 2100 روپے نقد + سرٹیفکیٹ

سوم : گفٹ ہیپمر + 1700 روپے نقد + سرٹیفکیٹ

آپ کو مدعو کرتے ہوئے دلی مسرت محسوس کرتے ہیں۔ اُمید کہ مقابلے میں شریک ہو کر محبت و عقیدت کا ثبوت دیں گے۔

صدر ————— المنتظرین ————— سکریٹری

سوال ۱ : آپ کے چھوٹے بھائی نے اس تقریری مقابلے میں اول انعام حاصل کیا ہے۔ اسے تہنیتی خط لکھیے۔

سوال ۲ : آپ کے دوست نے مضمون نویسی مقابلے میں حصہ لیا۔ انعام نہ ملنے کی وجہ سے بہت مایوس ہے۔ حوصلہ افزائی کے لیے خط لکھیے۔

سوال ۳ : انہی تاریخوں میں آپ کے اسکول میں 'سالانہ تقریب' کا انعقاد ہو رہا ہے۔ آپ کے اسکول کے طلبہ اس مقابلے میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اس کے لیے معذرتی خط صدر و سکریٹری کے نام لکھیے۔
(نکات میں اضافے کی اجازت ہے۔)

خلاصہ نویسی

تلخیص یا خلاصہ نویسی دراصل پڑھے گئے لسانی مواد کی تفہیم کے ماحصل کی جانچ ہے یعنی طلبہ نے مثال کے طور پر جو سبق پڑھا تو اسے سمجھ کر وہ پڑھے گئے مواد کو اپنے لفظوں میں کس حد تک بیان کر سکتا ہے۔ تفصیلی مواد کا خلاصہ تحریر کرنا اہم تحریری مہارت ہے۔ اس سرگرمی کو فروغ دینے کے لیے خلاصہ نویسی کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ خلاصہ صرف سطروں کی کانٹ چھانٹ یا جملے کم کر کے لکھنا نہیں ہے بلکہ کسی مفصل خیال کو جامع اور مختصر انداز میں تحریر کرنا ہے۔

- ☆ خلاصہ تحریر کرنے سے قبل - عبارت کو دو تین مرتبہ غور سے پڑھ لیا جائے۔
- ☆ عبارت کے مرکزی خیال کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے۔
- ☆ خلاصہ تحریر کرتے وقت - عبارت کے جملے، الفاظ، تراکیب کو ہو بہو نقل نہ کیا جائے۔
- ☆ صرف مرکزی خیال اور اہم نکات کو اختصار کے ساتھ اپنے جملوں میں لکھا جائے۔
- ☆ خلاصے کی عبارت ادھوری محسوس نہ ہو اور نہ ہی کسی نکتے کو نظر انداز کیا جائے۔

خلاصے کا نمونہ - ۱

☆ دیے ہوئے اقتباس کو پڑھ کر خلاصہ لکھیے۔

احاطے کے شمالی گوشے میں ایک نیم کا درخت ہے۔ کچھ دن ہوئے ایک وارڈ نے اس کی ٹہنی کاٹ ڈالی تھی اور جڑ کے پاس پھینک دی تھی۔ بارش ہوئی تو تمام میدان سرسبز ہونے لگا۔ نیم کی شاخوں نے بھی زرد چھیتھڑے اُتار کر بہار کی شادابی کا نیا جوڑا پہن لیا۔ جس ٹہنی کو دیکھو ہرے ہرے پتوں اور سفید سفید پھولوں سے لدرہی ہے لیکن اس کٹی ہوئی ٹہنی کو دیکھیے تو گویا اس کے لیے کوئی انقلاب حال ہوا ہی نہیں، ویسی ہی سوکھی پڑی ہے۔

یہ بھی اس درخت کی ایک شاخ ہے جسے برسات نے آتے ہی زندگی اور شادابی کا نیا جوڑا پہنا دیا۔ یہ آج بھی دوسری ٹہنیوں کی طرح بہار کا استقبال کرتی ہے مگر اب اسے دنیا کے موسمی انقلابوں سے کوئی سروکار نہ رہا۔ بہار و خزاں، گرمی اور سردی، خشکی و طراوت اس کے لیے سب یکساں ہو گئے۔

کل دو پہر کو اس طرف سے گزر رہا تھا کہ یکایک اس شاخ بریدہ سے پاؤں ٹکرا گیا۔ میں رُک گیا اور اسے دیکھنے لگا۔ میں سوچنے لگا کہ انسان کے دل کی سرزمین کا بھی یہی حال ہے۔ اس باغ میں بھی اُمید و طلب کے بے شمار درخت اُگتے ہیں اور بہار کی آمد آمد کی راہ تکتے رہتے ہیں لیکن جن ٹہنیوں کی جڑ کٹ گئی اُن کے لیے بہار و خزاں کی تبدیلیاں کوئی اثر نہیں رکھتیں۔ کوئی موسم بھی انھیں شادابی کا پیغام نہیں پہنچا سکتا۔

خلاصہ-۱

احاطے کے گوشے میں نیم کا درخت ہے۔ وارڈ نے اس کی ٹہنی کاٹ کر پھینک دی۔ بارش ہوئی تو میدان اور نیم کی شاخوں پر ہریالی اور سرسبزی آ گئی۔ درخت کی ٹہنیاں ہرے پتوں اور سفید پھولوں سے لد گئی مگر کئی ہوئی ٹہنی یونہی سوکھی رہ گئی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ موسم کی تبدیلی کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ سب موسم اس کے لیے یکساں ہو گئے۔ ٹہنی کی اس حالت کو دیکھ کر احساس ہوا کہ انسان کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ جو لوگ حق کی جڑ سے کٹ گئے ان پر کوئی بات اثر نہیں کرتی۔

جانچ کے نکات: جانچ کے دوران خیالات کا تسلسل، متن کا مرکزی خیال، صحتِ زبان اور اختصار کا خصوصی خیال رکھا جائے۔

درسی، غیر درسی اقتباس پر مبنی سرگرمیاں

اقتباس پر مبنی سرگرمیاں دراصل تفہیم، انطباق، استعمال اور ذاتی رائے کی جانچ ہے۔

اقتباس کا انتخاب:

- ۱۔ درسی یا غیر درسی اقتباس ۱۳۰ تا ۱۵۰ الفاظ پر مشتمل ہو۔
- ۲۔ اقتباس مکمل ہو۔ ادھورا پن محسوس نہ ہو۔
- ۳۔ اقتباس غور و فکر اور تحریک دینے والا ہو۔
- ۴۔ اقتباس سے متعلق آزادانہ رائے دی جاسکتی ہو۔

سرگرمیاں:

- ۱۔ تفہیم کی جانچ کے لیے چار آسان معروضی سرگرمیاں
 $\frac{1}{2} \times 4 = 2$
- ۲۔ انطباق کی جانچ کے لیے ایک آسان تفصیلی سرگرمی
 $2 \times 1 = 2$
- ۳۔ استعمال کی جانچ کے لیے قواعد یا ذخیرۃ الفاظ پر مبنی دو سرگرمیاں
 $1 \times 2 = 2$
- ۴۔ ذاتی رائے کے اظہار کی جانچ کے لیے ایک سرگرمی
 $1 \times 1 = 2$

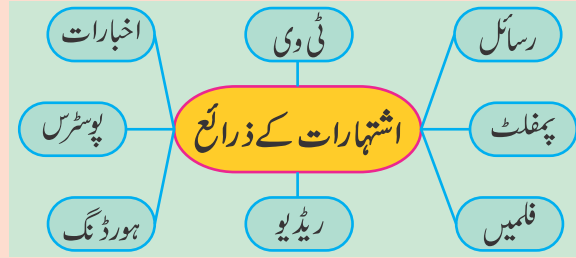
جانچ کے نکات:

- ۱۔ تفہیم اور ذخیرۃ الفاظ پر مبنی سرگرمیاں - جواب ہدایات کے مطابق ہوں۔
- ۲۔ انطباق پر مبنی تفصیلی سرگرمی - اقتباس کی روشنی میں، مواد کے اعتبار سے تین تا چار جملوں میں لکھا گیا ہو۔
- ۳۔ قواعد - ہدایت کے عین مطابق ہو۔
- ۴۔ ذاتی رائے - مواد کے اعتبار سے، خیالات، مشاہدات، ذاتی مطالعے پر مبنی ہو۔ املے اور قواعد کا خیال رکھا گیا ہو۔

اشتہار نویسی

آج کا زمانہ اشتہارات کا زمانہ ہے۔ اشتہارات ہماری زندگی کا حصہ بن چکے ہیں۔ تجارت کو فروغ دینے اور تجارتی مال کے تعارف اور اس کے لیے اشتہارات بہت ضروری ہیں۔ اخبارات، پوسٹرس، ہورڈنگ، ٹی وی، انٹرنیٹ اور دیگر رابطے کے تکنیکی وسائل اشتہارات کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اشتہار میں تصویروں، جملوں اور اُن کی مناسب پیش کش کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ (اسکولی سطح پر امتحانی نقطہ نظر سے اس سرگرمی میں تصویر/فوٹو ضروری نہیں ہے) دلچسپ اشتہار کے لیے یاد رکھیں...

- ☆ عنوان آسان، دلچسپ، عام فہم اور پرکشش ہو۔
- ☆ ہم صوت الفاظ، دلچسپ جملوں اور آفر کا مناسب استعمال ہو۔
- ☆ اشتہار کے جملے تحریک دینے والے اور اعتماد ظاہر کرنے والے ہوں۔
- ☆ جاذب نظر ترتیب اور تفصیل ہو۔
- ☆ کمپنی کا نام، پتا، پروڈکٹ کی تفصیل اور پرکشش آفر واضح ہوں۔



اشتہار کا نمونہ

ریڈی مکس ہربلس

لائے ہیں خاص ماہ صیام میں

روح میں تازگی لائے

خوشگوار زندگی کا احساس دلائے

سخت گرمی اور پیاس کی شدت میں

تازگی اور ٹھنڈک کا احساس پیدا کرے

1 لٹر، 2 لٹر اور
5 لٹر پلاسٹک بوتل
اور کین میں

شربت صحت افزا

تازہ پھلوں، قدرتی جڑی بوٹیوں سے کشید کیا ہوا
الکحل، مصنوعی رنگ اور مضر اشیا سے پاک

تین
الگ الگ
ذائقوں میں

ڈسٹری بیوٹر: نازریمیدیز
سروے نمبر ۹۱، فارمیسی نگر، سپاہ گاؤں

مینوفیکچرر: ریڈی مکس ہربلس، انڈیا
۲/۳، گیشن انڈسٹریل ایریا، ساننا خورد

جانچ کے نکات: اس سرگرمی کے لیے چھ نمبرات مختص ہیں۔ جانچ کرتے وقت اشتہار کی مناسبت سے نکات اور زبان کے استعمال کو مد نظر رکھا جائے۔

خبر نگاری

موجودہ زمانہ عام معلومات میں اضافے کا زمانہ ہے۔ خبریں عام معلومات کا بہترین وسیلہ ہیں۔ جدید مواصلاتی ٹکنالوجی اور ذرائع ابلاغ و نشریات کی وجہ سے دنیا سمٹ کر ایک گاؤں کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ دنیا میں کہیں بھی واقع ہونے والے سانحات اور حادثات کی خبریں پل بھر میں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچ جاتی ہیں۔

خبر دراصل واقعے یا حادثے کا حقیقی بیان ہوتا ہے۔ خبر کا مقصد معلومات دینا، حالات سے متعلق بیداری پیدا کرنا اور حالات کی حقیقی معلومات بہم پہنچانا ہے۔ اس لیے آج خبریں زندگی کا حصہ بن چکی ہیں۔ طلبہ میں خبر لکھنے اور بیان کرنے کا طریقہ اور سلیقہ پروان چڑھے، اس لیے 'خبر نگاری' کی تحریری مہارت کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔

خبر نگاری کے اہم نکات

خبر نگاری کے لیے یاد رکھیں ...

- (۱) حادثے یا واقعے کی مکمل اور صحیح معلومات دی جائے۔
- (۲) دن، تاریخ، وقت، مقام کا تذکرہ کیا جائے۔
- (۳) حادثے یا واقعے کی اصل حقیقت بیان کی جائے۔
- (۴) مقامی حالات اور تاثرات کا تذکرہ کیا جائے۔
- (۵) خبر کو ذاتی خیالات اور جانبداری سے پاک رکھا جائے۔
- (۱) سرخی - مکمل خبر کی آئینہ ہوتی ہے اس لیے جلی حروف میں سرخی لکھیں۔
- (۲) ذرائع - خبر دینے والے ذرائع کا تذکرہ کریں۔
- (۳) بیان - واقعہ یا حادثہ ہونے کے بعد خبر دی جاتی ہے اس لیے خبر میں ماضی کا صیغہ استعمال کریں۔
- (۴) تفصیلات : خبر میں پہلے واقعے یا حادثے کا تذکرہ ہو پھر اس کی تفصیلات ہوں۔

خبر کے نمونے

موتی ہائی اسکول، خیر آباد میں اپنی نوعیت کا منفرد کریئر گائیڈنس پروگرام

مالیگاؤں، یکم جنوری ۲۰۱۸ (نامہ نگار کے ذریعے) : ابتدا میں اسکولی طالبات نے قرأت، حمد، نعت پیش کی۔ چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ یلین صاحب (این اے ایمید فاؤنڈیشن کے یوم تاسیس کے موقع پر قلب شہر کی۔ اُمید فاؤنڈیشن کے جنرل سکریٹری ایم۔ علی بی ایسوی ایٹ) نے شعبہ کامرس سے متعلق میں واقع موتی ہائی اسکول، خیر آباد کے وسیع میدان میں شہر کے اُردو میڈیم طلبہ و طالبات کی تعلیمی اور مہمانان و لیکچرز کا خیر مقدم کیا۔ اسکول کے امتحانات کی مفید معلومات دی۔ موڈیوشنل لیکچرر پیشہ ورانہ رہنمائی کے لیے یک روزہ اُمید - کریئر گائیڈنس، لیکچر و نمائش کا انعقاد کیا گیا جس میں میڈیکل، کامرس، انجینئرنگ اور مقابلہ جاتی امتحانات کے ماہر اساتذہ نے پاور پوائنٹ پر پریزنٹیشن، چارٹس، ماڈلس اور شارٹ فلموں کے ذریعے طلبہ کی رہنمائی کی۔ اختتام پر ایپٹی ٹیوڈسٹ کے ذریعے انفرادی رہنمائی کا بھی اہتمام تھا۔ اس مفید اور کارآمد کریئر گائیڈنس تقریب کی صدارت معروف کریئر کاؤنسلر مختار یوسف انصاری نے کی۔

ابتدا میں اسکولی طالبات نے قرأت، حمد، نعت پیش کی۔ چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ یلین صاحب (این اے ایمید فاؤنڈیشن کے یوم تاسیس کے موقع پر قلب شہر کی۔ اُمید فاؤنڈیشن کے جنرل سکریٹری ایم۔ علی بی ایسوی ایٹ) نے شعبہ کامرس سے متعلق میں واقع موتی ہائی اسکول، خیر آباد کے وسیع میدان میں شہر کے اُردو میڈیم طلبہ و طالبات کی تعلیمی اور مہمانان و لیکچرز کا خیر مقدم کیا۔ اسکول کے امتحانات کی مفید معلومات دی۔ موڈیوشنل لیکچرر پیشہ ورانہ رہنمائی کے لیے یک روزہ اُمید - کریئر گائیڈنس، لیکچر و نمائش کا انعقاد کیا گیا جس میں میڈیکل، کامرس، انجینئرنگ اور مقابلہ جاتی امتحانات کے ماہر اساتذہ نے پاور پوائنٹ پر پریزنٹیشن، چارٹس، ماڈلس اور شارٹ فلموں کے ذریعے طلبہ کی رہنمائی کی۔ اختتام پر ایپٹی ٹیوڈسٹ کے ذریعے انفرادی رہنمائی کا بھی اہتمام تھا۔ اس مفید اور کارآمد کریئر گائیڈنس تقریب کی صدارت معروف کریئر کاؤنسلر مختار یوسف انصاری نے کی۔

ابتدا میں اسکولی طالبات نے قرأت، حمد، نعت پیش کی۔ چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ یلین صاحب (این اے ایمید فاؤنڈیشن کے یوم تاسیس کے موقع پر قلب شہر کی۔ اُمید فاؤنڈیشن کے جنرل سکریٹری ایم۔ علی بی ایسوی ایٹ) نے شعبہ کامرس سے متعلق میں واقع موتی ہائی اسکول، خیر آباد کے وسیع میدان میں شہر کے اُردو میڈیم طلبہ و طالبات کی تعلیمی اور مہمانان و لیکچرز کا خیر مقدم کیا۔ اسکول کے امتحانات کی مفید معلومات دی۔ موڈیوشنل لیکچرر پیشہ ورانہ رہنمائی کے لیے یک روزہ اُمید - کریئر گائیڈنس، لیکچر و نمائش کا انعقاد کیا گیا جس میں میڈیکل، کامرس، انجینئرنگ اور مقابلہ جاتی امتحانات کے ماہر اساتذہ نے پاور پوائنٹ پر پریزنٹیشن، چارٹس، ماڈلس اور شارٹ فلموں کے ذریعے طلبہ کی رہنمائی کی۔ اختتام پر ایپٹی ٹیوڈسٹ کے ذریعے انفرادی رہنمائی کا بھی اہتمام تھا۔ اس مفید اور کارآمد کریئر گائیڈنس تقریب کی صدارت معروف کریئر کاؤنسلر مختار یوسف انصاری نے کی۔

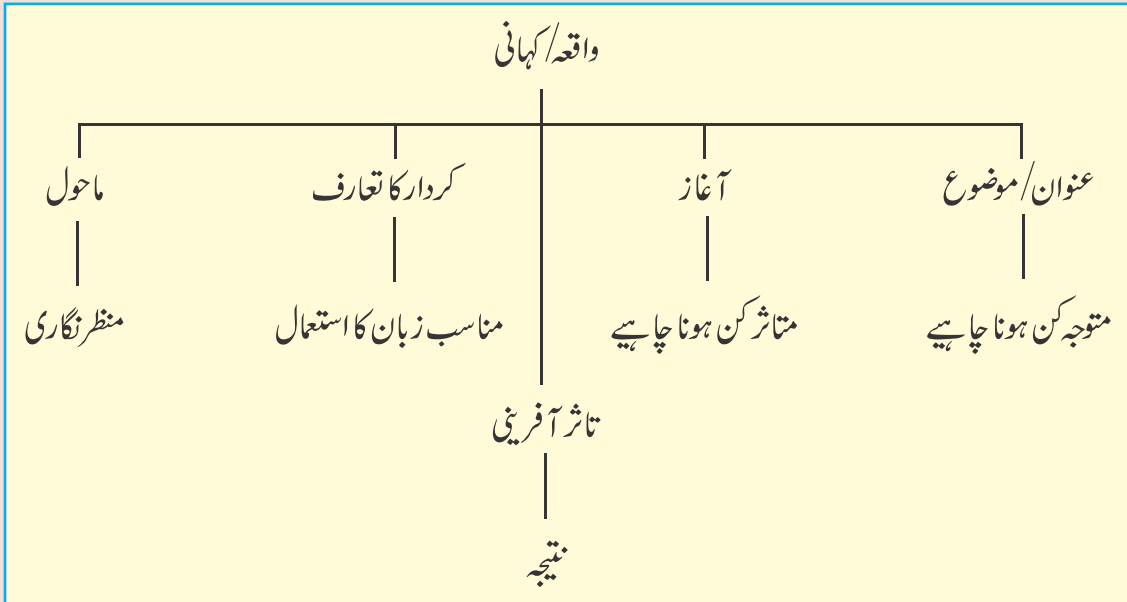
جانچ کے نکات: خبر کی سرخی جو کہ خبر کا چوڑا ہوتا ہے، واقعہ کب ہوا، کہاں ہوا، کیوں ہوا اور کیسے ہوا، تسلسل، خبر کے اہم نکات کی وضاحت۔

کہانی نویسی / واقعہ نگاری

کہانی یا واقعہ تسلسل سے بیان کرنا مہارت کا کام ہوتا ہے۔ عموماً اس کے لیے نکات، اشارے یا تصاویر دی جاتی ہیں جن کی مدد سے کہانی یا واقعے کو بیان کیا جاتا ہے۔ کہانی نویسی یا واقعہ نگاری میں مشاہدہ، تخیل اور خیالات کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

کہانی یا واقعہ لکھتے وقت 'مرکزی خیال' کے ساتھ درج ذیل باتوں کا خاص خیال رکھیں۔

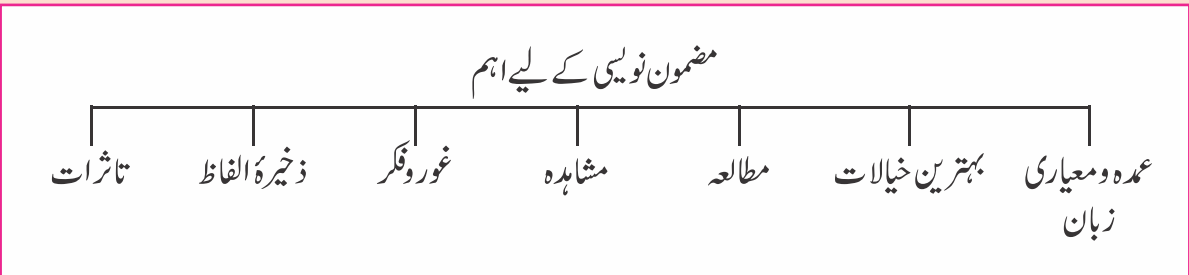
- (۱) کہانی / واقعہ لکھنے کے لیے موضوع کا انتخاب
- (۲) موضوع کے مرکزی خیال کی مناسبت سے کردار یا کرداروں کا تعین
- (۳) واقعے اور کردار کا تعلق
- (۴) اس تعلق کے اثر سے واقعے / ماجرے کی تشکیل
- (۵) واقعے / ماجرے کے واقعاتی اجزاء میں ربط
- (۶) واقعے / ماجرے کے بیان میں مناسب زبان کا استعمال
- (۷) واقعے کا متاثر کن نتیجہ
- (۸) واقعے / کہانی کے لیے موضوع سے مناسبت رکھنے والا عنوان



جانچ کے نکات: اس سرگرمی کے لیے چھ نمبرات مختص ہیں۔ جانچ کے لیے مناسب عنوان، مرکزی خیال، مؤثر انداز بیان، خیالات میں ربط، کردار سے متعلق مکالمے، علاماتِ اوقاف کا استعمال، زبان کی صحت، نتیجہ وغیرہ نکات کو مد نظر رکھتے ہوئے نمبرات دیے جائیں۔

مضمون نویسی

- کسی عنوان کے تحت اپنے خیالات کو تسلسل اور ربط سے نثر میں تحریر کرنا مضمون نویسی کہلاتا ہے۔
- مضمون کے تین اہم حصے ہیں: (الف) تمہید (ب) نفس مضمون (مثبت نکات / منفی نکات) (ج) اختتام
- تمہید :** تمہیدی جملے عنوان سے متعلق مختصر اور دلچسپ ہوں یعنی تمہیدی پیرا گراف ایسا ہو کہ قاری پورا مضمون پڑھنے پر مجبور ہو جائے۔
- نفس مضمون :** عنوان سے متعلق ذاتی خیالات، مشاہدات، تجربات، عام معلومات، اقوال، اشعار کو سلسلہ وار تحریر کیا جائے۔ اس میں مثبت اور منفی دونوں نکات شامل کیے جائیں تو نفس مضمون جامع اور مدلل ہوگا۔
- اختتام :** اختتامی پیرا گراف میں مضمون کا نچوڑ ہوتا ہے۔ اختتام پر لطف، جامع اور نتیجہ خیز ہونا چاہیے تاکہ قاری پر اس کا اثر دیر پار ہے۔



(نوٹ : اس حصے میں ذاتی خیالات پر مبنی مضمون، آپ بیتی، تصوراتی و تخیلاتی مضامین شامل ہیں۔)

جانچ کے نکات : موضوع سے متعلق مناسب تمہید، نفس مضمون (موضوع کی ضرورت کے لحاظ سے مثبت و منفی نکات)، جامعیت، دلائل، نتیجہ۔

مکالمہ نگاری

دو یا دو سے زائد افراد کے درمیان ہونے والی گفتگو کو 'مکالمہ' کہتے ہیں۔ مکالمہ لکھنا گفتگو کرنے سے مختلف ہوتا ہے۔ گفتگو کے دوران سامع ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ آواز کے اُتار چڑھاؤ اور اندازِ بیان سے بہت ساری باتیں سمجھ میں آ جاتی ہیں لیکن مکالمہ تحریر کرتے وقت ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ اس لیے مکالمہ لکھتے وقت مناسب علاماتِ اوقاف اور قوس کی مدد سے بہت ساری باتیں پیش کرتے ہیں۔

مکالمہ لکھتے وقت یاد رکھیں...

- (۱) موضوع اور محل کا خاص خیال رکھیں۔
 - (۲) کردار کی مناسبت سے مکالمے کی زبان و بیان لکھیں۔
 - (۳) مناسب علاماتِ اوقاف سے تاثرات کا اظہار کریں۔
 - (۴) مکالمے کے زمانی و مکانی پس منظر کو ذہن میں رکھیں۔
 - (۵) مکالمے زمانہ حال میں لکھیں۔
 - (۶) مکالمے غیر رسمی، آسان اور دلچسپ ہوں۔ صرف ہاں یا نہیں میں نہ ہوں۔
- مکالمہ نگاری کا مقصد تخلیقی صلاحیت کو پروان چڑھانا ہے۔ اس لیے ان باتوں کا دھیان رکھیں...
- دیے ہوئے موضوع یا نکات کے مطابق مکالمہ با مقصد ہو۔
 - املاء، جملہ درست ہو۔
 - مناسب آغاز و اختتام ہو۔

دادا اور پوتے کے مابین مکالمہ

(نکات : گزشتہ دس دنوں سے دادا گاؤں سے پونہ آئے ہوئے ہیں۔ مطالعے کے لیے اُردو اخبار نہ ملنے کی وجہ سے پریشان ہیں۔ انٹرنیٹ پر اخبار پڑھنے سے متعلق مکالمہ۔)

دادا جان : پونہ آئے ہوئے دس دن ہو چکے ہیں۔ اب مجھے گاؤں واپس جانا چاہیے۔

پوتا : دادا جان! اب آپ کو یہیں رہنا ہے۔ آپ کیوں جانا چاہتے ہیں؟

دادا جان : تم اسکول چلے جاتے ہو اور تمہارے والد آفس میں اکیلا بور ہوتا ہوں۔ پھر یہاں اُردو اخبار بھی نہیں ملتے۔

وقت گزاری کیسے کروں؟

- پوتا : اوہ! آپ کو اردو اخبار چاہیے۔ ابھی انتظام کرتا ہوں۔
- داداجان : بیٹا! یہاں کہاں ملے گا اخبار؟ کیوں پریشان ہوتے ہو؟
- پوتا : داداجان! یہ انٹرنیٹ کا زمانہ ہے۔ نیٹ پر تمام زبانوں کے اخبار دستیاب ہوتے ہیں۔ آپ کمپیوٹر پر گھر بیٹھے تمام اخبارات پڑھ سکتے ہیں۔
- داداجان : وہ کیسے بیٹا؟
- پوتا : یہ دیکھیے۔ میں نے نیٹ شروع کیا۔ یہ رہا گوگل سرچ۔ اب آپ اخبار کا نام بتائیے۔
- داداجان : بیداری۔
- پوتا : یہ میں نے ٹائپ کیا 'بیداری'۔ یہ رہے اس اخبار کے تمام لنکس۔ اب میں 'بیداری' کی ویب سائٹ کی لنک پر کلک کرتا ہوں۔
- داداجان : واہ! یہ تو آج کا ہی اخبار ہے۔ اب میں آسانی سے پڑھ سکوں گا۔
- پوتا : داداجان! آپ اس سرچ انجن پر اخبار کا نام ٹائپ کر کے آسانی سے تمام اخبار پڑھ سکیں گے۔
- داداجان : واہ! واقعی کمپیوٹر، انٹرنیٹ آج کے زمانے کی ضروری چیزیں ہیں۔



دعوت نامہ

دعوت نامہ کسی موقع کی مناسبت سے تیار کیا جاتا ہے مثلاً اسکول کا کوئی پروگرام، گھریلو پروگرام، سالگرہ، شادی، کانفرنس، سیمینار، مشاعرے وغیرہ کے لیے۔ دعوت نامے میں پروگرام میں شرکت کے لیے کسی کو مدعو کیا جاتا ہے۔

دعوت نامے میں درج ذیل باتوں کا خاص خیال رکھیں۔

(۱) تقریب کا مناسب عنوان، کب؟ کہاں؟ کس لیے؟ (۲) مدعوین کے ناموں کی فہرست، عہدے کے لحاظ سے

(۳) تقریب کی جھلکیاں

(۴) شرکت کی درخواست

(۵) داعی کا نام، عہدہ وغیرہ

پانچواں عظیم الشان

بین المدارس بیت بازی

محترم..... صاحب
السلام علیکم!

جناب عالی

علامہ اقبالؒ کے یوم پیدائش (۹ نومبر) کی مناسبت سے
ڈاکٹر سلمان فارسی رحمانی گرلز ہائی اسکول، سلیم آباد
میں گزشتہ چار برسوں سے بیت بازی کا انعقاد ہوتا آ رہا ہے
جس میں شہر کے مختلف اسکولوں کے طلبہ اور طالبات حصہ
لیتے ہیں۔

امسال بھی سلسلہ نمبر ۵ کی تقریب بصراحت ذیل منعقد کی
جارہی ہے۔

صدارت

محترم ایم۔ آئی۔ قاضی صاحب (ماہر تعلیم)

افتتاح بدست

محترم زیڈ۔ آئی زری والا صاحب (ریسرچ اسکالر)

بروز جمعرات، ۹ نومبر ۲۰۱۷ء
صبح نو بجے تا اختتام

مہمانانِ خصوصی

محترم ایس۔ اے واسع صاحب (سبکدوش صدر مدرس)
محترمہ فاطمہ شیخ صاحبہ (نمائندہ سرپرست اساتذہ تنظیم)
محترم اختر علی قاضی صاحب (جرنلسٹ)
محترمہ خان شائستہ تسلیم صاحبہ (محب تعلیم نسواں)

جھلکیاں

حرف راؤنڈ الفاظ راؤنڈ مصرع راؤنڈ
شاعر راؤنڈ صنعت راؤنڈ تصویر راؤنڈ
رفقار راؤنڈ

اُردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت، بچوں میں شعری ذوق کو پروان
چڑھانے اور شریک مقابلہ بچوں کی حوصلہ افزائی کے لیے آپ کی آمد
باعث مسرت ہوگی۔

بہ مقام: ڈاکٹر سلمان فارسی آڈیوٹوریم،
آئی ڈی بی گراؤنڈ، سلیم آباد

الداعیان

چیئر مین، اسکول انتظامیہ کمیٹی

بزم ادب، اسکول ہذا

ہیڈ مسٹر لیس

روداد نویسی

روداد میں کسی سفر، تقریب، جلسے یا واقعے کی تفصیلات کو سلسلہ وار تحریر کیا جاتا ہے۔ طلبہ اسکول اور اسکول سے باہر مختلف تعلیمی، تہذیبی، ثقافتی، سماجی اور مذہبی تقریبات میں شریک ہوتے ہیں، کارروائی میں حصہ لیتے ہیں اور مشاہدہ کرتے ہیں۔ مشاہدات کے سلسلہ وار تحریر کرنے کی صلاحیت کو مستحکم کرنے کے لیے 'روداد نویسی' کی معلومات اور نمونہ دیا جا رہا ہے۔

روداد تحریر کرتے وقت یاد رکھیں...

(۱) سب سے پہلے مناسب عنوان دیں۔

(۲) مقام، دن، تاریخ، وقت کا تذکرہ کریں۔

(۳) تسلسل کے ساتھ آسان اور مختصر جملوں میں روداد بیان کریں۔

(۴) ذاتی خیالات کو شامل نہ کریں۔

(۵) روداد کا بیان زمانہ ماضی میں کریں۔

(۶) مناسب اختتام کریں۔

ذیل میں دیے ہوئے دعوت نامے کی مدد سے روداد تحریر کیجیے۔

کریسینٹ اُردو ہائی اسکول، دیانہ
الحمد للہ! شعبہ اُردو کی 'بزم ادب' کی جانب سے 'بین الاقوامی یومِ مادری زبان' کے موقع پر
'اُردو ہے جس کا نام...'

کے عنوان سے بحث و تمحیص کی ایک تقریب کا انعقاد بصراحت ذیل کیا جا رہا ہے۔

صدارت

محترم محمد یوسف انصاری صاحب (ادیب الاطفال)

کلیدی خطاب

محترم ڈاکٹر افتخار حسن صاحب (مدیر، رسالہ سپیاں)

زینتِ اسٹیج

محترمہ عطیہ بیگم صاحبہ (پرنسپل) | محترم اکبر رحمانی صاحب (صحافی)

بروز بدھ، ۲۱/فروری ۲۰۱۸ء بوقت صبح دس بجے | بمقام اسمبلی ہال، کریسینٹ ایجوکیشنل کیمپس، دیانہ

الداعیان

مسز قمر النساء سید (صدر شعبہ اُردو) | مس ریحانہ ظہیر (کنوینر)

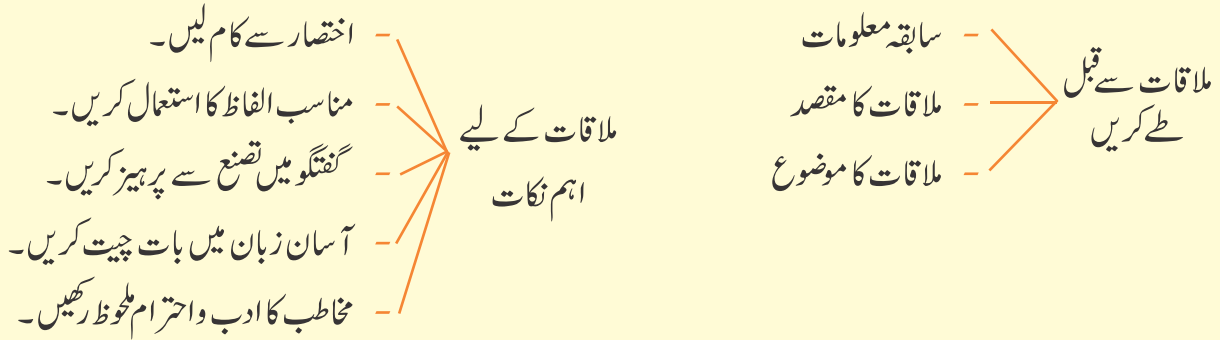
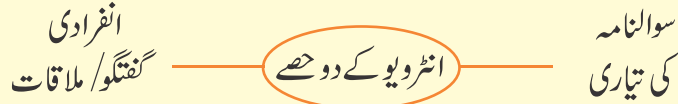
کریسینٹ اُردو ہائی اسکول میں 'یومِ مادری زبان'

دیانہ، ۲۱ فروری (بذریعہ مراسلہ) : شہر کے مضافات میں واقع اُردو زبان کی مشہور درس گاہ کریسینٹ اُردو ہائی اسکول میں 'بین الاقوامی یومِ مادری زبان' کے موقع پر اسکول ہذا کے شعبہ اُردو کی جانب سے اُردو ہے جس کا نام... تقریب کا انعقاد کیمپس کے اسمبلی ہال میں کیا گیا۔ صدارت کے فرائض ادیب الاطفال محمد یوسف انصاری نے انجام دیے۔ آغاز حسب روایت تلاوتِ کلام مجید سے ہوا۔ اسکول کی طالبات نے مترنم آواز میں حمد اور نعت کا نذرانہ پیش کیا۔ ساز اور آواز کے ساتھ طلبہ و طالبات نے استقبالیہ گیت اور ترانہ اُردو سے سامعین کا دل جیت لیا۔ مہمانوں نے تالیوں اور نقدِ انعامات دے کر حوصلہ افزائی کی۔ صدر، شعبہ اُردو قمر النساء سیّد نے تعارفی اور استقبالیہ کلمات کے ساتھ اغراض و مقاصد پیش کیے۔ مجلس انتظامیہ کے ذمہ داران نے گل پیش کر کے مہمانان کا خیر مقدم کیا۔ بزمِ ادب سے منسلک طلبہ نے مکالمہ، گیت، تقریر پیش کیے۔ طالبات نے ٹیبلو پیش کیا۔ مقرر خصوصی ڈاکٹر افتخار حسن نے کلیدی خطاب میں اُردو زبان کی اہمیت و افادیت کے ساتھ اس کی تاریخ بیان کی۔ دورانِ خطاب شعری و نثری جواہر پارے سنائے۔ مہمان صحافی اکبر رحمانی نے پروگرام کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی۔ پرنسپل عطیہ بیگم نے شعبہ اُردو کی کارکردگی اور سرگرمیوں پر اظہارِ خیال کیا اور طلبہ اور طالبات کی سرگرمیوں کو سراہا۔ صدر تقریب محمد یوسف انصاری نے اپنی تقریر میں بچوں کو مطالعے کی تلقین کی۔ کتابوں کا حاصلِ مطالعہ تحریر کرنے سے متعلق رہنمائی کی اور کہا کہ ہر طالب علم ذاتی ڈائری تیار کرے۔ اس ادبی پروگرام کی نظامت تقریب کی کنوینر مس ریحانہ ظہیر نے کی۔ آپ ہی کے اظہارِ تشکر پر تقریب کا اختتام ہوا۔



انٹرویو (مصاحبہ)

علمی، ادبی، تعلیمی، سماجی، سیاسی شعبوں میں یا روزمرہ زندگی میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والی شخصیات کے کارنامے/تجربات/معلومات کو عام لوگوں تک پہنچانے کا انٹرویو بہترین وسیلہ ہے۔
انٹرویو لینا، انٹرویو دینا، انٹرویو کا مطالعہ کرنا، انٹرویو سننا اچھا لگتا ہے۔ طلبہ میں گفتگو کرنے اور بات چیت کو تحریر کرنے کی تخلیقی صلاحیت کو پروان چڑھانے کے لیے انٹرویو کی معلومات دی جا رہی ہے۔



انٹرویو کا نمونہ

نشے کی لعنت سماج اور معاشرے کو کھوکھلا کر رہی ہے۔ نوجوان اور طلبہ بھی انجانے میں تمباکو نوشی، سگریٹ نوشی کرنے لگے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ لعنت انھیں نشے میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس لعنت کو ختم کرنے کے لیے نوجوانوں نے 'نشے سے پاک شہر' مہم شروع کی۔ اس ضمن میں ایک طالب علم کا مہم کے کنویز سے انٹرویو۔

نئے سال کے موقع پر 'مہاراشٹر' نشے سے پاک، اس عزم و ارادے کے ساتھ نوجوان میدانِ عمل میں متحرک ہو چکے ہیں۔ عوامی بیداری اور لوگوں میں نشے سے متعلق معلومات پہنچانے کے لیے ہم نے مہم کے کنویز ڈاکٹر خلیق نیازی سے ملاقات کی۔ ان سے لیے گئے انٹرویو کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔

ملاقاتی : السلام علیکم، ڈاکٹر صاحب۔ 'نشے سے پاک شہر' مہم شروع کرنے کے مقصد پر روشنی ڈالیے۔

ڈاکٹر : ۲۵ سالہ میڈیکل پریکٹس کے دوران بہت سارے سرپرست اور نوجوان مطب میں آتے رہے ہیں لیکن گزشتہ چند سالوں سے تمباکو نوشی خاص طور پر گڑکا کھانے کی وجہ سے منہ کی مختلف بیماریوں میں مبتلا مریضوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ کم عمری ہی میں اس طرح کی بیماری میں مبتلا مریضوں کو دیکھ کر میں بے چین ہو جاتا تھا۔ اس لیے میں نے کالج کے طلبہ کی مدد سے اس مہم کو شروع کیا ہے۔

ملاقاتی : آج گلی گلی، چوک چوراہے اور کنڑ پرگٹکا، تمباکو فروخت ہو رہا ہے۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ ہم کامیاب ہوں گے؟
ڈاکٹر : اُمید پر دنیا قائم ہے۔ ہم نے نوجوانوں کو اکٹھا کیا ہے۔ کنڑ ناک، شارٹ فلم، پوسٹرس وغیرہ کے ذریعے لوگوں کو بتائیں گے کہ اس کے کیا نقصانات ہیں۔ جو لوگ اس بیماری میں مبتلا ہیں ان کی اجازت سے ان کے فوٹو اور ویڈیوز لوگوں کو دکھائیں گے تاکہ لوگ محتاط ہو جائیں۔

ملاقاتی : یعنی آپ خوف پیدا کرنا چاہتے ہیں؟
ڈاکٹر : نہیں! بالکل نہیں! ہم صرف اس کے مضر اثرات سے لوگوں کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔
ملاقاتی : ڈاکٹر صاحب! میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ لوگ اس بری لت کا شکار کیسے ہو جاتے ہیں؟
ڈاکٹر : اچھا سوال ہے۔ اس کی بہت ساری وجوہات ہو سکتی ہیں۔ کچھ لوگ والدین اور دوستوں کو ایسی چیزیں استعمال کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو وہ انہیں شوقیہ استعمال کرنے لگتے ہیں۔ آہستہ آہستہ شوق عادت اور عادت ضرورت بن جاتی ہے۔ کچھ لوگ مایوسی، ذہنی تناؤ میں اس کا استعمال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے راحت ملتی ہے۔ افسوس! غریب اور مزدور پیشہ افراد اس کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔

ملاقاتی : اس لعنت کے شکار لوگوں کی صحبت اور برتاؤ پر کیا اثر ہوتا ہے؟
ڈاکٹر : نشے کے عادی افراد اس کے بغیر نہیں رہ پاتے۔ ان کی نیند کم ہو جاتی ہے۔ ہاتھ پاؤں میں کپکپاہٹ آتی ہے۔ منہ میں چھالے آ جاتے ہیں۔ منہ کھلنا کم ہو جاتا ہے۔ یہ تو ظاہری اثرات ہیں۔ جسم کا اندرونی حصہ بھی آہستہ آہستہ کھوکھلا ہوتا جاتا ہے۔ ان سب کے علاوہ اس کے سماجی اور اخلاقی برتاؤ میں بھی منفی تبدیلیاں آنے لگتی ہیں۔

ملاقاتی : اتنے مضر اثرات کے بعد بھی لوگ اس لعنت کا شکار ہو رہے ہیں؟ آپ سماج، شہر اور خاص طور پر طلبہ سے کیا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر : طلبہ ہی ہمارے لیے اُمید کی کرن ہیں۔ وہ کالج، اسکول کیمپس کے اطراف ایسی چیزوں کو فروخت نہ ہونے دیں۔ اس کے شکار طلبہ کی ذہن سازی کریں۔ 'نشے سے پاک شہر' مہم میں شریک ہو کر بیداری پیدا کریں۔

ملاقاتی : بہت بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے ایک اہم موضوع پر گفتگو کی۔ بیداری کے لیے پہل کی۔ ہم طلبہ آپ کے ساتھ ہیں۔

ڈاکٹر : بہت شکریہ۔

غیر درسی اقتباس پر مبنی مشقی سرگرمی

غیر درسی اقتباس کا مطالعہ کر کے دی ہوئی سرگرمیوں کو مکمل کیجیے۔

۱۔ دیے ہوئے الفاظ سے متعلق اقتباس سے مکمل جملہ لکھیے۔

جرات	۱۔
روداداری	۲۔
ڈسپلن	۳۔
اختلافات	۴۔

جب انصاف، محنت، سادگی اور کفایت شعاری کی بنیادوں پر قومی زندگی کی عمارت کھڑی ہو جائے تو اس میں قوت، حسن و خوبی اور نظم و ترتیب پیدا کرنے کے لیے قوم کے افراد میں تین صفات کی ضرورت ہوتی ہے؛ جرات، روداداری اور ڈسپلن۔

جرات زندگی کی علامت ہے۔ اس کی بدولت قوم میں حوصلہ اور مشکلات کو جھیلنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے خوف جو جرات کی ضد ہے، زندگی کے پریشان کن کردیتا ہے۔ دوسری صفت روداداری ہے جس کے بغیر انفرادیت کی تکمیل ناممکن ہے اور قومی زندگی میں تنوع کی شان پیدا نہیں ہو سکتی۔ خدا کی دنیا میں یکسانیت نہیں اور اختلافات انسانی فطرت کا جز ہیں۔ اگر کسی قوم میں روداداری کا جذبہ نہ ہو تو یہ اختلافات مخالفت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور ہر گروہ دوسروں پر زبردستی ایک خاص قسم کی یکسانیت عائد کرنا چاہتا ہے جو ترقی کے راستے میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ ڈسپلن اس لیے ضروری ہے کہ اس کے بغیر کوئی کام نظم و ترتیب اور خوش اسلوبی کے ساتھ نہیں ہو سکتا اور افراد اور جماعتوں میں خواہ مخواہ رسہ کشی ہوتی رہتی ہے جس میں ان کی قوت ضائع ہوتی ہے لیکن اصل ڈسپلن وہ ہے جو کوئی بیرونی طاقت یا کوئی جابر حاکم قوم پر باہر سے عائد نہ کرے بلکہ وہ آزادی کی فضا میں خوش دلی کے ساتھ کام کرنے اور اتحاد مقاصد کا نتیجہ ہو۔

۲۔ ”خدا کی دنیا میں یکسانیت نہیں۔“ اس بیان کی استحضانی وضاحت اپنے الفاظ میں کیجیے۔ (2)

۳۔ (الف) اقتباس سے اسم جمع کے دو الفاظ تلاش کر کے واحد جمع کی صورت میں لکھیے۔ (1)

(ب) اقتباس سے واو عطف کی دو مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔ (1)

۴۔ انفرادی زندگی میں ڈسپلن کی اہمیت سے متعلق اپنے خیالات لکھیے۔ (2)



مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ

उर्दू कुमारभारती इयत्ता दहावी (उर्दू माध्यम)

₹ 73.00